ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۶ جولائی ۱۹۵۶
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

اسلام غیر مسلموں کی نظر میں

(۱۲)

ماسٹر اللہ دتہ عبداللہ پوری ہیڈ ماسٹر چک ضلع شیخوپورہ

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو "خدام الدین" مورخہ ۸ جون ۱۹۵۶ء

بھوا بھاتی کا زمانہ (گائے کشی)

اوتر رام چرت سین ایک مشہور پروہت ہیں۔ وہ ایک دفعہ قدیم آشرم آریہ یونیورسٹی میں تشریف لائے۔ تو یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے دوسرے طالب علم سے سوال کیا۔ کہ یہ بوڑھا کون ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ یہ ساجاؤں کے مہا پروہت ہیں۔ پہلے لڑکے نے کہا۔ کہ ہاں میں سمجھتا تھا۔ کہ یہ شیر ہے دوسرے نے کہا۔ تم توہین کرتے ہو۔ اُس نے کہا نہیں یہ بگڑنے کی بات نہیں۔ یہ بڈھا۔ جب ہمارے آشرم میں آیا۔ تو اس کے لئے ہمارا پیارا بچھڑا ذبح کر ڈالا گیا۔ پھر یہ شیر کیوں نہیں۔

زناربندی میں گائے کا چمڑا

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں۔ کہ یوں تو ہندو لوگ گائے کا گوشت اور چمڑا استعمال کرنے سے بچتے ہیں۔ حالانکہ گوشت کھانے کا ثبوت ان کی دینی کتابوں میں ہے۔ اب زناربندی کی سب سے زیادہ مضبوط دلیل یہ ہے۔ کہ جب یگیوپویت کی رسم ادا جاتی ہے۔ جس پر اس کے تمام تر برہمنی تقدس کا انحصار ہوتا ہے۔ تو یہ لازمی ہے۔ کہ پہلے زنار میں گائے کی کھال باندھی جائے۔ ظاہر ہے کہ گائے کو ذبح کئے بغیر اس کی کھال حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ مقدس مقاصد میں مردار گائے کی لاش مستعمل نہیں ہوسکتی۔ غرض پال بابو نے جس طرح مسجد کے سامنے باجہ کی ممانعت خلاف مذہب اسلام بتائی ہے (خواہ یہ دعویٰ ہونے کے سبب مقبول ہو یا نہ ہو) اس سے زیادہ ذبح گائے کی مخالفت ہندو مذہب کے خلاف ثابت کی ہے۔ (جو اقرار کے سبب یقیناً مقبول ہے)

(منقول از اخبار اہلسنت و جماعت امرتسر یکم جون ۱۹۲۶ء)

ایک صدی میں اسلام کا پھیلنا

اہل عرب غلہ بانوں کی ایک غریب قوم تھی اور جب دنیا بنی تھی۔ عرب کے چٹیل میدانوں میں ہی پھرا کرتی تھی۔ اور کسی شخص کو اس کا کچھ خیال ہی نہ تھا۔ اُس قوم میں ایک اولوالعزم پیغمبر ایسے کلام کے ساتھ جس پر وہ یقین کرتے تھے۔ بھیجا گیا۔ اب دیکھو کہ جس چیز سے کوئی واقف ہی نہ تھا۔ وہ تمام دنیا میں مشہور ہو گئی اور چھوٹی نہایت ہی بڑی چیز بن گئی۔ اس کے بعد ایک صدی کے اندر عرب کے ایک طرف غرناطہ اور ایک طرف دہلی ہو گئی۔ عرب کی بہادری عظمت کی تجلی اور عقل کی روشنی زمانہائے دراز تک دنیا کے ایک بڑے حصہ پر چمکتی رہی۔ اعتقاد ایک بڑی اور جان ڈال دینے والی چیز ہے جس وقت کوئی قوم کسی پر اعتقاد لاتی ہے۔ تو اس کے خیالات بارآور اور روح کو عظمت دینے والے اور رفیع الشان ہو جاتے ہیں یہ ہے۔ عرب اور یہ ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور یہ ہے۔ ایک صدی کا زمانہ۔ گویا ایک چنگاری ایسے ملک میں پڑی جو اندھیرے میں ریگستان تھا۔ مگر دیکھو کہ اُس ریگستان نے زور شور سے اڑ جانے والی بارود کی طرح نیلے آسمان پر اُٹھتے ہوئے شعلوں سے دہلی سے غرناطہ تک روشن کر دیا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حیات ابدی کا ایک نورانی وجود تھا۔ جو قدرت کے وسیع سینہ سے دنیا کو منور کرنے کو نکلا۔ اور بے شبہ اس کے لئے امر ربانی یونہی تھا۔

یورپین عالم کی شہادت

جو نتیجے اسلام سے حاصل ہوئے۔ وہ اس قدر وسیع دقیق اور مستحکم ہیں۔ کہ ان کی تکمیل کر لینا تو درکنار ہم یقین نہیں کر سکتے کہ وہ انسان کے خیال میں بھی آسکیں۔ اسی سبب سے بعوض اس کے کہ ان کی نسبت اس طرح پر بحثیں کی جائیں جس طرح "سولن" کے قانون اور نپولین کی فتوحات کے نتائج کا اندازہ کرنے میں کی جاتی ہیں۔ یا تو اُن کی نسبت یہ کہا جاتے۔ کہ اتفاقیہ ہو گئے ہیں۔ یا بمجبوری ربانی مرضی کی طرف منسوب کیا جائے۔ با ایں ہمہ یہ نظم ایک شخص واحد نے کیا تھا۔ جس نے تمام ملک کے باشندوں میں روح پھونک دی۔ اور تمام قوم کے دل پر نہایت تعظیم و تکریم کا خیال جو کسی انسان کے لئے کبھی ظاہر نہیں کیا گیا۔ نقش کر دیا۔ جو سلسلۂ قوانین اخلاق کا اُن سے بنایا وہ اعلیٰ درجہ کی ترقی سے بھی ایسا ہی موافق تھا۔ جیسا کہ ادنیٰ ترین لوگوں سے اور اس سلسلہ نے ایک قوم سے دوسری قوم سے گزر کر ہر ایک قوم کو جس نے اسے قبول کیا اُن قوموں اور سلطنتوں سے فائق کر دیا۔ جن سے اُن کا میل ہوا۔

انسائیکلوپیڈیا

قرآن مسلمان علماء کے لئے ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔ کسی ایک نے اس کی ایک ادنیٰ سورۃ کا بھی مقابلہ نہ کیا۔ یہی سبب ہے۔ کہ مسلمانوں کے اندر اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں جس قدر علم بڑھتا جاتا ہے۔ اور حقائق پر عبور ہوتا ہے۔ اسی قدر قرآن کے ساتھ بھی ان کا تعلق بڑھتا جاتا ہے اسکی تعظیم میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس کے عجائبات کے ساتھ ان کی دلچسپی ترقی کرتی جاتی ہے۔ آیات کا اقتباس کرتے ہیں۔ کلام کی آرائش ان آیتوں سے بڑھاتے ہیں۔ جس قدر ان کا پایہ رفیع ہوتا ہے اور خیالات میں شستگی اور شگفتگی ہوتی ہے۔ اسی قدر اپنی رائے اور خیال کا مدار آیات قرآنی کو ٹھہراتے ہیں کوشش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے سینے قرآن کی محبت سے معمور ہیں۔ دل سے اس کو مقدس مانتے ہیں۔ دوسری قوموں کو جو کتابیں یا شریعتیں ملی ہیں۔ اُن کی نسبت نہ انہیں کوئی خیال پیدا ہوتا ہے۔ نہ رشک آتا ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہاں کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز بتائے ہوئے ہے۔ یہ واقعی بات ہے۔ اور اس کی واقعیت کی دلیل یہ ہے۔ کہ بڑے بڑے انشاپرداز اور شاعروں کے سر جھک جاتے ہیں۔ اس کے عجائبات جو روز بروز نئے نئے نکلتے آتے ہیں۔ اور اس کے اسرار جو کبھی ختم نہیں ہوتے مسلمان شعراء اور نثر لکھنے والے ان کو دیکھ کر سجدہ کرنے لگتے ہیں۔ قیامت تک کے لئے اس کو سرمایہ ناز اور یقین رکھتے ہیں۔ کہ فصیح کلام اور دقیق معانی کا یہ ایک بحر مواج ہے۔

(ڈاکٹر موریس)

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

جلد ۲ | یوم جمعہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۶ جولائی ۱۹۵۶ء | شمارہ ۸

مداخلت فی الدّین؟

شادی کمشن کی رپورٹ کا کچھ حصّہ اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ جسے پڑھ کر سخت صدمہ ہوا کہ اسلامی مساوات کے مبارک نام کے پردہ میں دین کی پونے چودہ سو سالہ اساس کی بیخ کنی کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ ملک کے دیندار طبقہ نے عموماً اور حضرات علمائے کرام نے بالخصوص اس رپورٹ پر ناراضگی اور نفرت کا اظہار کیا ہے، اور اسے براہِ راست مداخلت فی الدّین گردانا ہے یہ امر بھی قابل اطمینان ہے کہ رپورٹ چند ایسے حضرات و خواتین کی طرف سے مرتب ہوئی ہے۔ جو مغربی علوم و قوانین کے ماہر ہوں تو ہوں مگر کتاب و سنّت یا اسلامی فقہ پر حاوی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے حدیث نبوی کے مطابق کتاب سنّت کی حجّت کے بعد اگر کوئی اسلامی قوانین کا سرچشمہ ہو سکتا ہے تو وہ اجماع علمائے امّت اجتہادِ حضرات ثقہ یا پھر قیاس مفتیانِ وقت ہی ہوگا۔ جو رائے یا خیال ان مسلّمہ قواعد سے باہر ہوگا وہ قطعاً ور خور اعتنا نہیں۔ اس ضمن میں ایک بات قابل ذکر یہ ہے کہ اس کمیشن کے واحد عالم دین ممبر نے رپورٹ پر اختلافی نوٹ لکھا ہے اس بارے میں افرادِ متعلقہ کی دیانت داری ملاحظہ ہو کہ اصلاحات کا ذکر تو بڑے طمطراق سے کر دیا۔ اور اپنے ہم خیال مغرب زدہ لوگوں سے تحسین و ستائش بھی وصول کر لی لیکن اختلافی نوٹ کے

معلوم نہیں کیا سمجھ کر نوشِ جان کر گئے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اختلافی نوٹ انشاءاللہ کتاب و سنّت کی ترجمانی پر مبنی ہوگا۔ اور رپورٹ کے نمایاں نکات کا ابطال ہوگا۔

جہاں تک شادی بیاہ کے معاملہ میں تعدادِ ازدواج، حقِ طلاق اور سنِ بلوغت وغیرہ کا تعلق ہے۔ وہ تیرہ چودہ سو سال سے کتاب و سنّت اور شریعت اسلامیہ کے مطابق درست و صحیح بنیادوں پر طے شدہ ہیں۔ ان میں نہ تو اصلاحات کی گنجائش ہے۔ اور نہ اس سلسلہ میں کوئی نئی دماغی کاوش مسلمانوں کو قابلِ قبول ہوگی۔ ہمیں صرف فقہ اسلامیہ کی فنی تفسیر تشریح و تطبیق کا حق حاصل ہے۔ اور دوسرے یہ کہ آغاز اسلام سے آج تک ازدواجی تعلقات کے جو اصول مقرر شدہ ہیں کسی فقیہ و مفتی کو ان سے کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ کیونکہ ان اصولوں کو کسی عام شخص کا عطیہ نہیں سمجھا جاتا رہا کہ ان پر تنقیح و تنقید کی گنجائش ہو سکے بلکہ ان احکام کو براہ راست حضرت شارع علیہ السّلام کے احکام خیال کیا جاتا رہا ہے۔ اور اگر آج کوئی خدا نخواستہ ان پر انگشت نمائی کر رہا ہے تو یقیناً اس کے فعل میں قرآن و سنت کی تضحیک موجود ہے۔ جس کی اسلامی مملکتوں میں تو در کنار غیر مسلم حکومتوں میں بھی مسلمانوں کے اعتقادات و جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے اجازت نہیں دی جاتی رہی ہے۔ اس بات کی شہادت کسی بھی غیر اسلامی حکومت

سے لے لیجئے۔ حتیٰ کہ اکھنڈ بھارت جس میں مذہبی تعصب کی بنا پر اسلام اور اہلِ اسلام سے نفرت کے جذبات موجود ہیں۔ لیکن اِن کے پرسنل لاء کو انہوں نے بھی زیر و زبر کرنے کی جرأت نہیں کی۔

افسوس کہ یہ سعادت (یا بدبختی) جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کے حصّہ میں آئی کہ غیر اسلامی قوانین کو اسلامی قالب میں تبدیل کرنے کی بجائے اسلامی قوانین ہی کو مغربی سانچوں میں ڈھال دیا جائے۔

مبیّنہ اصلاحات پر مختصر سی بحث خارج از موضوع نہیں ہوگی کہ تعدادِ ازدواج اسلام میں چار مقرر ہو چکی ہے قرآن و حدیث کے پورے متن میں مرد کے اس حق پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ وہ جس عمر اور جس حالت میں چاہے چار تک بیویاں عقد میں لا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ پانچویں بیوی سے عقد اس کا باطل نہیں ہوگا بلکہ فاسد، صرفً اس سے ایک تقاضا ہے وہ یہ کہ ان سے انصاف کرے (قرآنی احکام کے مطابق)

انصاف کی دو قسمیں ہوں گی ایک نان و نفقہ و دیگر مصارف زندگی سے متعلق، اس میں حقیقتاً اسے انصاف کرنا چاہئے۔ اور دوسرے باہمی الفت و چاہت میں انصاف۔ ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ یہ ذاتی اعتبار سے باہر چیز ہے۔ تاہم کتاب اللہ میں صریحاً موجود ہے۔ جس کے تحت کہا جا سکتا ہے کہ دوسری بیوی جس سے اس کی دلی محبت کا فقدان ہے اسے اس حالت تک نہ پہنچا دے کہ وہ غیر شادی شدہ معلوم ہو۔ یعنی اس کی برابر خبرگیری کرے۔ مختصراً یہ کہ اگر اس تقاضا کو مدِنظر رکھتے ہوئے تعداد ازدواج ہے تو اس سے کوئی خطرہ نہیں بلکہ آسائش ہے۔ لیکن اگر ایک آدمی ایک ہی بیوی سے بہتر اور اس کے ساتھ خاطر خواہ سلوک نہیں کر سکتا تو کیا اس سے قانوناً کہا جائے گا کہ وہ ایک بھی بیوی کو چھوڑ دے؟ بلکہ قانون اسے حقوق زنا شوئی کی تعلیم دے گا۔ یہی اصول ایک سے زائد ازدواج کے بارے میں ہونا چاہیے نہ کہ تعداد پر ہی پابندی لگا دی جائے۔

اسلام میں بلوغت کے بارے میں سال یا عمر کا تعین نہیں ہے بلکہ یہ چیز ہر فرد میں علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے۔ عام طور پر مؤنث کے لئے ۹ سال اور مذکر کے لئے ۱۲ سال بلوغت کی عمر کہا جاتا ہے۔ تاہم یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ سال مقرر کرنا فضول ہے اور مروجہ اسلامی احکام سے گریز اور تقلید اغیار ہے۔

اللہ تعالےٰ نے کتاب اللہ میں بیّن طور پر فرمایا ہے۔ کہ مرد کو عورت پر فضیلت حاصل ہے۔ اس سے ازدواجی عہد کو فسق کرنے کا بھی حق مرد کو حاصل ہے۔ اسی طرح وراثت، خلافت امامت وغیرہ پر مرد کی فوقیت مسلمہ ہے۔ اگر ہم نے مساوات کے نام کو بٹہ لگانے کی خاطر حق طلاق مرد و عورت دونوں کو یکساں دے دیا تو معاشرے میں فساد کم نہیں ہوگا بلکہ بڑھے گا۔ ایک تو مرد عموماً اس حق کو تسلیم ہی نہیں کرے گا اور اس کے بطلان کے لئے کوشاں رہے گا۔ دوسرے عورت غیر مآل اندیشی۔ جلد بازی وغیرہ کی بنا پر بے جا طور پر اس حق کو استعمال کرے گی۔ پھر اشرار کے اکسانے پر بھی وہ طلاق چاہے گی اس حق صنفِ مخالف کا نتیجہ ہم یورپ و امریکہ سے زیادہ کہاں دیکھیں گے۔ جہاں آئے دن زن و شوہر عدالت کے کٹہرے میں اس حق کی بنا پر کھڑے ہوتے ہیں۔ اور خانگی زندگی سخت تباہ ہو رہی ہے۔

شرعی عدالتوں کا قیام واقعی مبارک عزم ہوگا۔ کیونکہ موجودہ دیوانی عدالتیں اپنی سست روی کی وجہ سے اس مسئلہ سے کما حقہٗ عہدہ برآ نہیں ہو سکتیں۔ لیکن اُن کے اختیارات کا تعین فقہ اسلامیہ کے ماتحت ہو — مصنف فقہ حنفیہ وغیرہ کے ماہر ہوں اور اسلامی زندگی کے عملی نمونہ ہوں۔

آخر میں ہم حکومت سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ جو بھی اس سلسلہ میں اقدام کیا جائے وہ حضرات علمائے کرام اور فقہائے عظام کے مشورہ و منصوبہ سے ہو۔ وہی احکام شرعیہ کی تشریح کا حق رکھتے ہیں۔ عام مسلمانوں سے استدعا ہے کہ صرف ایسے ہی قوانین رائج ہونے دیں جو فی الحقیقت قرآن و حدیث کے مطابق ہوں۔ (ادارہ)

حضرت شیخ التفسیر کے چند خصوصی ارشادات

مرتبہ عبدالرحمٰن صاحب شاد

● — اپنی نشست و برخاست ہمیشہ ان لوگوں میں رکھیئے جنہیں دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ ہمیشہ روشن شمع سے غیر روشن شمع جلتی ہے

● — والدین کا فرض ہے کہ اپنے بچّوں کو دینی تعلیم دیں۔ ورنہ قیامت کے روز ان سے بازپرس ہوگی اور وہ مجرم ٹھہرائے جائیں گے۔

● — تکلیف اور مصیبت کے وقت بھی خدا تعالےٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

● — اگر ہم کسی مصیبت میں مُبتلا ہوتے ہیں تو وہ ہماری شامت اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔

● — ماں باپ کے حقوق کا خیال ہر وقت ہر حالت میں رکھیں۔

● — خدا اور اس کے فرمان کو دل سے ماننا اور اس پر عمل کرنا ہی ایمان ہے۔

● — اگر کوئی شخص نماز کو فرض سمجھتے ہوئے بھی نہیں پڑھتا تو وہ فاسق ہے۔

● — مرد کام کے لئے اور عورت اس کے آرام کیلئے ہے۔

● — اگر آپ کی کسی سے دوستی ہو تو صرف اللہ کی رضا کے لئے۔ اور اگر دشمنی ہو تو بھی خدا تعالےٰ کی رضا مطلوب ہو۔

● — تفکّر بالقرآن اور تدبّر بالقرآن کا نظریہ مطالعہ قرآن کے وقت پیش نظر ہونا چاہیئے۔

● — قرآن کی تعلیم سے ہی جراُتِ ایمانی پیدا ہوتی ہے۔

● — اتباع قرآن و شریعت سے ہی انسان کامل انسان بنتا ہے۔

● — جن کے سینے میں نورِ قرآن ہے۔ وہ عقلمند اور جو قرآن کی تعلیم سے دور بھاگتے ہیں بیوقوف اور پاگل ہیں۔

● — موت کا ایک دن متعین ہے۔ وہ ضرور آکر رہے گی۔ اس لئے ہمیں مسافر کی طرح کوچ کرنے سے پہلے ہی سامان رسد کا خیال کرنا چاہیئے۔

● — حدیث کا انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے۔ اور قرآن سے انکار کرنے والے کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

● — جس طرح ایک مرد اپنی بیوی سے کسی غیر مرد کے تعلقات کو برداشت نہیں کرتا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کسی غیر اللہ سے ان تعلقات کو جو ان سے ہونے چاہیئے پسند نہیں کرتے۔ اگر کسی غیر اللہ سے تعلق ہو تو وہ شرک ہے۔

● — غیر اللہ کو سجدے کرنا۔ ان سے مرادیں مانگنا۔ ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھانا۔ یا مصیبت کے وقت ان کی امداد طلب کرنا بھی شرک ہے۔

● — کافر بتوں کو سجدے کرتے تھے۔ اور آج مسلمان اولیاء اکرم کی قبروں پر سجدے کرتے ہیں۔

● — خدا تعالیٰ شرک سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اقوال الحکماء

(۱) کسی حکیم نے فرمایا کہ وہ شخص بزرگ ترین ہے۔ جس کا دل عالم ہے۔ جس کا بدن صابر ہے اور جو اپنے متاع پر قانع ہے۔

(۲) ابراہیم نخعی فرماتے ہیں۔ کہ تم سے پہلے لوگ تین عادتوں سے ہلاک ہوگئے ہیں۔ اور تم بھی ان عادتوں کے عادی ہونے سے ہلاک ہوگے وہ عادتیں یہ ہیں:۔

(ا) زیادہ کھانا (ب) زیادہ بولنا (ج) زیادہ سونا

(۳) یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہیں:۔ کہ اس شخص کو خوشخبری ہے۔ جس نے دنیا کو چھوڑنے سے پہلے چھوڑ دیا۔ جس نے قبر میں داخل ہونے سے پہلے اسے بنایا۔ اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے پہلے ہی خدا اس سے راضی ہو گیا۔

(۴) ماں باپ کی خدمت ہی سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے

مرسلہ آفتاب احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ - ۲۹ جون ۱۹۵۶ء

قوم کی اصلاح افراد کی اصلاح پہ موقوف ہے

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

برادران اسلام! مسلمانوں کا ہر ذی ہوش مآل اندیش گزشتہ قوموں کے بقاء و فنا کے اسباب پر نظر رکھنے والا یہ چاہتا ہے۔ کہ پاکستان کا مسلمان ایک عقلمند ہوشیار۔ مآل اندیش۔ نیک چلن اور بارعب ہونے کے علاوہ مقبول بارگاہ الٰہی اور جنت الفردوس کی لائن پر چلنے والی قوم بن جائے۔ بفضلہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی راہنمائی پر بھروسہ کرتے ہوئے میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ بلاشبہ مسلمان ایسی زندہ قوم بلکہ موجودہ دور کی زندہ قوموں کی سرتاج قوم بن سکتی ہے۔

لیکن طریقہ

اپنی ماضی پر نظر ڈالئے۔ اور اپنے سب سے پہلے اسلاف جو بانی اسلام تھے۔ ان کے نقش قدم پر چلے کیا یہ اقعہ نہیں ہے کہ جب سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرزمین حجاز میں اس اسلام کی بنیاد رکھی تھی جس کے آج ہم نام لیوا ہیں۔ تو اس وقت باشندگان حجاز کی اخلاقی۔ معاشرتی۔ اقتصادی۔ سیاسی حالت ہم سے زیادہ بدتر تھی۔ اور ان میں وہ خوش نصیب حضرات تھے جنہوں نے اسلام کی رسی اپنے گلے میں ڈال لی اسلام نے جدھر ان کا رخ موڑا مڑ گئے۔ جب چلایا۔ تو چل نکلے۔ اور جہاں جھکایا تو جھک گئے اور جہاں بلوایا۔ تو بولے۔ اور جہاں چپ کرایا تو چپ ہو گئے۔ غرضیکہ دن اور رات کے چوبیس گھنٹوں کا پروگرام وہی تھا۔ جو اسلام نے انہیں دیا۔ اور اس کے حکم کی تعمیل میں سر مو بھی تجاوز نہ کیا۔ نتیجہ کیا نکلا۔ کہ ان کے حق میں

اللہ تعالیٰ کا وعدہ

پورا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا:-

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ (سورہ محمد رکوع ۱ پارہ ۲۶)

(ترجمہ:- اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے۔ وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمائے رکھے گا۔

امداد الٰہی کا نتیجہ

یہ نکلا۔ کہ مسلمان دنیا کی تمام طاقتور قوموں کے سردار ہو گئے۔ اس وقت دنیا میں دو ہی زبردست طاقتور قومیں تھیں۔ رومی اور ایرانی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد فرمائی اور مسلمانوں نے دونوں قوموں کی سلطنتوں کو فتح کر لیا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں یہ دونوں سلطنتیں زیر نگیں اسلام آ گئی تھیں۔

قوم کی اصلاح کیلئے بچوں کے خیالات کی اصلاح ضروری ہے

اگر آپ کسی قوم کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے اشد ضروری ہے۔ کہ آپ اس کے بچوں کی ابتدائی تعلیم میں ہی اُن کے خیالات کی اصلاح کریں چنانچہ جس خالق نے بڑے بڑے عقلاء اور سیاستدان مٹی سے پیدا کر دکھائے ہیں۔ اس نے اپنے بندوں کے لئے ایک ایسا دستور العمل نازل فرمایا جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی۔ اور اس دستور العمل کو سات برس کے بچوں اور بچیوں سے لے کر لحد قبر تک روزانہ پڑھنا لازمی قرار دیا ہے اور وہ دستور العمل قرآن مجید ہے۔ اسلام میں سات سال کے بچے اور بچی کو نماز پڑھانا شروع کرا دی جاتی ہے اور دس سال کا بچہ نہ پڑھے تو اسے مار کر بھی نماز پڑھانے کا حکم ہے۔ اور نماز لحد قبر تک ہر مرد و زن ہر پیر و جوان پر لازمی ہے۔ اس خدائی دستور العمل کے متعلق غیر مسلموں کی رائیں ملاحظہ ہوں کہ وہ کس قدر اس کے مداح ہیں۔

غیر مسلموں کی آراء متعلقہ قرآن مجید

روزنامہ الجمعیۃ دہلی ۱۹-۱۶ اپریل ۱۹۵۴ء صفحہ ۵

(۱) اکثر کہا جاتا ہے کہ قرآن محمدؐ کی تصنیف ہے اور اس میں جو کچھ ہے۔ وہ سب توراۃ و انجیل سے لیا گیا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ میرا ایمان ہے کہ قرآن پاک ایک الہامی کتاب ہے۔ (ڈاکٹر ڈبلیو لیبر۔ ریلیجن سنٹر آف دی ورلڈ)

(۲) جیسی عالی عبارتیں قرآن مجید میں پائی جاتی ہیں اس سے اعلیٰ دنیا میں کہیں بھی نہیں مل سکتیں (گاڈفری ہیگنس)

(۳) قرآن کی عام فہم تعلیمات نے دنیا کی کایا پلٹ دی۔ اور تیرہ و تار دنیا میں تہذیب و انصاف کی روشنی پھیلائی۔"

(فیروز شاہ ایم۔ اے (مذہب کی روشنی)

(۴) قرآن عالم انسان کی رہنمائی کے لئے بہترین راہبر ہے۔ اس میں تہذیب شائستگی ہے تمدن ہے۔ معاشرت ہے۔ اور اخلاق کی اصلاح کے لئے ہدایت ہے۔ اگر صرف یہ کتاب ہی دنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر پیدا نہ ہوتا۔ یہ عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی تھی۔"

کاؤنٹ ٹالسٹائی (دی لاسٹ ڈیز)

(۵) قرآن کی تعلیمات میں ایک سخت سے سخت متعصب انسان بھی کوئی ایسا عیب نہیں بتا سکتا جو تہذیب انسانی کے معیار سے گرا ہوا ہو۔

(پنڈت شانتا رام بی اے) (محمد صاحب کا جیون چرتر)

(۶) اگر قرآن دنیا کے سامنے پیش نہ کیا جاتا تو انسانی اخلاق تباہ ہو جاتے اور دنیا کے باشندے برائے نام ہی انسان رہ جاتے

(ماسٹنل لین پول کا ٹیبل ٹاک آف محمد قرآن)

(۷) یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قرآن کا ہر فقرہ آج تک ایسی حالت میں ہے جیسا کہ محمدؐ کے زمانہ میں تھا۔ (سر ولیم میور لائف آف محمد)

(۸) قرآن سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب کرنے اور برائیوں سے بچانے کے لئے رہنمائی نہیں کر سکتا۔

(جان ڈیون پورٹ (دی گریٹ ٹیچر)

(۹) دنیا میں قرآن کے علاوہ اور کوئی کتاب نہیں۔ جو بارہ سو برس سے صحیح المتن رہی ہو۔

(ولیم میور راج)

(۱۰) ہم عیسائیوں نے عیسائیت کو علم سائنس کے ہم آہنگ و ہم نوا بنانے میں آج تک جتنی کوششیں کی ہیں۔ سب کچھ پہلے ہی سے قرآن میں موجود ہے۔

(ریکس رڈویل۔ لائف آف محمدؐ)

(۱۱) قرآن خدا کی وحدانیت پر ناقابل تردید شہادت ہے۔ (ایڈورڈ گبن (تاریخ زوال روم)

انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنانیوالا فقط خوف خدا ہے

برادران اسلام! اگر انسان کے دل پر خوف خدا کی گرفت ہے تو انسان صحیح معنی میں انسان ہے اور اگر یہ نہ ہو تو انسان سے بڑھ کر ظالم۔ انسان سے بڑھ کر بے حیا۔ انسان سے بڑھ کر ستمگر

انسان سے بڑھ کر کمینہ کوئی جانور ہی خدا نے پیدا نہیں کیا۔ کیا کبھی شیر اور بھیڑیا اپنی جنس کو پھاڑتا ہے لیکن کیا اس شریر اور ظالم انسان نے جاپان پر ایٹم بم پھینک کر اڑھائی لاکھ انسان موت کے گھاٹ نہیں اتار دیئے تھے؟ اور کیا انگریز کے دورِ حکومت میں پشاور کے قصہ خوانی بازار میں انگریز کے فوجی افسر نے آن واحد میں ہزاروں مسلمانوں کو مشین گن کے ذریعے سے موت کی نیند نہیں سلا دیا تھا؟ کیا کبھی کسی درندے نے اپنے ہم جنس کا اس بیدردی سے خون بہایا؟

قرآن مجید کی تعلیم سے خوفِ خدا کا اثر

وعن بريدة قال جاء ماعز بن مالك إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله طهرني فقال ويحك ارجع فاستغفر الله وتب إليه قال فرجع غير بعيد ثم جاء فقال يا رسول الله طهرني فقال النبي صلى الله عليه وسلم مثل ذلك حتى إذا كانت الرابعة قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم فيم أطهرك فقال النبي صلى الله عليه وسلم مثل ذلك حتى إذا كانت الرابعة قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم فيم أطهرك قال من الزنا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أبه جنون فأخبر أنه ليس بمجنون فقال أشرب خمرا فقام رجل فاستنكهه فلم يجد منه ريح خمر فقال أزنيت قال نعم فأمر به فرجم فلبثوا يومين أو ثلاثة ثم جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال استغفروا لماعز بن مالك لقد تاب توبة لو قسمت بين أمة لوسعتهم ثم جاءته امرأة من غامد من الأزد فقالت يا رسول الله طهرني فقال ويحك ارجعي فاستغفري الله وتوبي إليه فقالت تريد أن ترددني كما رددت ماعز بن مالك إنها حبلى من الزنا فقال أنت قالت نعم قال لها حتى تضعي ما في بطنك قال فكفلها رجل من الأنصار حتى وضعت فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال قد وضعت الغامدية فقال إذا لا نرجمها وندع ولدها صغيرا ليس له من يرضعه فقام رجل من الأنصار فقال إلي رضاعه يا نبي الله فرجمها وفي رواية أنه قال لها اذهبي حتى تلدي فلما ولدت قال اذهبي فأرضعيه حتى تفطميه فلما فطمته أتته بالصبي في يده كسرة خبز فقالت هذا يا نبي الله قد فطمته وقد أكل الطعام فدفع الصبي إلى رجل من المسلمين ثم أمر بها فحفر لها إلى صدرها وأمر الناس فرجموها فيقبل خالد بن الوليد بحجر فرمى رأسها فتنضح الدم على وجه خالد فسبها فقال النبي صلى الله عليه وسلم مهلا يا خالد فوالذي نفسي بيده لقد تابت توبة لو تابها صاحب مكس لغفر له ثم أمر بها نصلى عليها ودفنت (رواه مسلم باب الحدود)

(ترجمہ:- بریدہؓ سے روایت ہے کہا ماعز بن مالک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آیا۔ پھر کہا یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تیرے لئے افسوس ہے۔ لوٹ جا۔ پھر اللہ سے معافی مانگ۔ اور اس کی بارگاہ میں توبہ کر۔ کہا۔ پھر تھوڑی دور جا کر لوٹ آیا پھر آیا۔ پھر کہا یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے پھر اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہاں تک کہ جب چوتھی بار ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمہیں کس چیز سے پاک کروں۔ کہا زنا سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا یہ پاگل ہے۔ آپ کو اطلاع دی گئی کہ وہ پاگل نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ کیا اس نے شراب پی ہے پھر ایک شخص کھڑا ہوا پھر اس کے منہ کو سونگھا۔ پھر اس نے شراب کی بو نہ پائی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کیا تم نے زنا کیا ہے۔ کہا ہاں پھر آپؐ نے اس کے متعلق حکم فرمایا۔ پھر سنگسار کیا گیا۔ پھر دو یا تین دن گزرے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ پھر فرمایا۔ ماعز بن مالک کے لئے دعا مغفرت کرو۔ البتہ اس نے ایسی توبہ کی ہے۔ اگر ایک جماعت پر تقسیم کی جائے تو ان کو سمیٹ سکے (یعنی اس جماعت کے گناہوں کو معاف کرا دے) پھر آپؐ کے پاس ازد کے قبیلے غامد کی شاخ میں سے ایک عورت آئی۔ پھر کہا۔ یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے پھر آپ نے فرمایا۔ تیرے لئے افسوس ہے لوٹ جا۔ پھر اللہ سے معافی مانگ اور اس کی بارگاہ میں توبہ کر۔ پھر اس نے عرض کی۔ آپ مجھے بھی لوٹانا چاہتے ہیں جس طرح ماعز کو آپ نے لوٹایا تھا۔ یہ تو (یعنی میں) زنا سے حاملہ ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا تو۔ اس نے کہا۔ ہاں! آپؐ نے اسے فرمایا (نہیں رجم نہیں کیا جا سکتا) یہاں تک کہ تو جنے۔ جو تیرے پیٹ میں ہے۔ راوی نے کہا انصار میں سے ایک شخص نے اس کی کفالت اپنے ذمے لے لی۔ یہاں تک کہ اس نے بچہ جنا۔ پھر وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آیا۔ پھر عرض کی۔ کہ غامدیہ نے بچہ جنا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ ابھی ہم اسے رجم نہیں کریں گے۔ اور اس کے بچے کو چھوٹا چھوڑ دیں۔ اور اس کو دودھ پلانے والا بھی کوئی نہ ہو۔ پھر ایک شخص انصار میں سے کھڑا ہوا۔ پھر اس نے عرض کی۔ اے نبی اللہ اس بچے کی تربیت میرے ذمہ ہے۔ راوی نے کہا۔ پھر آپؐ نے اسے رجم کیا۔ اور ایک روایت میں ہے آپؐ نے اسے فرمایا۔ تو جا۔ (ہم رجم نہیں کریں گے) جب تک بچہ نہ جنو۔ پھر جب اس نے جنا۔ آپؐ نے فرمایا۔ جا۔ پھر اسے دودھ پلا۔ تا آنکہ تو اس کا دودھ چھڑائے۔ پھر جب اس نے دودھ چھڑایا۔ اس بچے کو لائی۔ اس بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ پھر عرض کی یا نبی اللہ یہ بچہ ہے۔ میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور کھانا کھاتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بچہ ایک مسلمان کے حوالہ کر دیا۔ پھر اس کے متعلق حکم فرمایا۔ پھر اس کے سینہ تک گڑھا کھودا گیا۔ اور لوگوں کو حکم فرمایا۔ پھر انہوں نے اسے سنگسار کیا۔ پھر خالد بن ولید نے ایک پتھر اٹھایا۔ پھر اس کے سر پر مارا۔ پھر خون کے چھینٹے خالدؓ کے منہ پر پڑے۔ اور خالدؓ نے اسے برا بھلا کہا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے خالدؓ نرمی کر۔ پھر قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ البتہ اس نے ایسی توبہ کی ہے۔ اگر عشر وصول کرنے والا بھی خیانت کر کے ایسی توبہ کرتا تو اسے بھی بخش دیا جاتا۔ پھر آپؐ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور وہ دفن کر دی گئی۔

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

مرتبہ:- چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب

جمعرات مؤرخہ ۱۸ ذیقعد ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۸ جون ۱۹۵۶ء ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی کے ارشادات گرامی ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام کئے جاتے ہیں٭

فیض کیا چیز ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى - اما بعد

آج میں تصوف کے سلسلہ میں فیض کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ عامۃ الورود لفظ ہے۔ اور بزرگان دین کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کو فلاں بزرگ سے فیض حاصل ہوا۔ یہ فیض کیا چیز ہے۔ آج میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں۔

آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ یہ کسی دوسرے کا شاگرد بن کر اس سے استفادہ کرتا ہے۔ فارسی میں کہا کرتے ہیں ع

جائے استاد خالی است

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے

ہر آں کارے کہ بے اُستاد باشد
یقین دانی کہ بے بنیاد باشد

جب تک اُستاد خود کسی فن میں ماہر نہ ہو اس وقت تک شاگرد کو وہ فن نہیں آتا۔

اُستاد کچھ کر کے دکھاتا ہے اور کچھ زبان سے بتلاتا ہے۔ اس طریقہ سے آہستہ آہستہ شاگرد استفادہ کرتا ہے۔ لوہار۔ بڑھئی۔ درزی کاتب وغیرہ۔ سب اسی طرح استفادہ کر کے اپنے فن میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ کاتب پہلے ج لکھ کر دکھلاتا ہے۔ وہ پہلے باریک قلم لگاتا ہے۔ پھر موٹی کر دیتا ہے۔ اور پھر باریک کر دیتا ہے۔ ایک دم نہیں کرتا۔ یہ عمل شاگرد کو زبان سے بھی بتلاتا ہے۔ یہ کسی فن میں نہیں ہوتا کہ استاد شاگرد کے سامنے چپ کر کے بیٹھ جائے۔ شاگرد بھی خاموش بیٹھا رہے۔ اور اس کو فائدہ ہو جائے۔ شاگرد استاد کی ہر نقل و حرکت کو بغور دیکھتا ہے۔ استاد کچھ زبان سے بھی بتلاتا ہے۔ اور کچھ عمل سے تعلیم دیتا ہے سب کسبوں میں یہی ہوتا ہے۔

اسکول اور کالجوں میں سائنس پڑھاتے ہیں تو ساتھ لیبارٹری بھی رکھتے ہیں۔ تاکہ جو کتاب میں پڑھا ہے اس کا عملی تجربہ بھی ہو جائے۔ جتنی انسانی ضروریات ہیں سب میں استادی اور شاگردی ضروری ہے۔ ہر استاد کچھ اپنے عمل سے سکھلاتا ہے اور کچھ زبانی ہدایات دیتا ہے۔ شاگرد استاد کے عمل کو بغور دیکھتا ہے۔ اور اس کی ہدایات کو دماغ میں محفوظ رکھتا ہے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ وہ خود بھی اس فن میں کامل ہو جاتا ہے۔

تصوف میں استفادہ کو فیض کہتے ہیں۔ اس میں ایک شرط ہے کہ طالب کچھ منزل طے کر چکا ہو یعنی اللہ اللہ کرنے میں کچھ مشق کر چکا ہو۔ تو پھر شیخ اور طالب دونوں خاموش بھی بیٹھ جائیں۔ تو فیض آتا ہے۔ چپ میں ادھر سے کچھ جاتا ہے اور طالب کچھ لیتا جاتا ہے۔ یہ بلا نقل و حرکت اور بلا تکلم ہوتا ہے۔ کامل ایک ہو اور اس کے گرد دس ہزار طالب بیٹھے ہوں۔ تو وہ جب توجہ کرتا ہے تو دس ہزار کے دل پر چوٹ لگتی ہے۔ بشرطیکہ اللہ اللہ کرنے سے کچھ قلب کی سیاہی اور شقاوت دور ہو چکی ہو۔ کامل ایک دفعہ اللہ ھُو کہے گا تو دس ہزار طالبین کے قلوب کو اس کا احساس ہوگا۔ جس طرح بجلی کی کرنٹ آتی ہے۔ ایسے ہی اس کے اثر کو محسوس کریں گے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (سورۃ الانفال رکوع ۲ پ ۹)

(ترجمہ:- اور تو نے مٹھی نہیں پھینکی تھی۔ جبکہ تو نے ہی پھینکی تھی۔ بلکہ اللہ نے پھینکی تھی)

اس میں نفی اور اثبات دونوں کا ذکر فرمایا ہے۔ بعض روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ نے ریت کی ایک مٹھی پھینکی جو ہر کافر کی آنکھ میں پڑ گئی۔ مٹی پھینکی تو حضورؐ نے مگر اس کو اتنا پھیلایا اللہ تعالیٰ نے۔ بچہ اگر ریت کی مٹھی بھر کر پھینکے تو وہ زیادہ سے زیادہ دو تین فٹ دور جائے گی اس سے طاقتور کی ذرا زیادہ۔ جتنی طاقت ہوگی اتنی دور ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طاقت کا ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ اس نے حضورؐ کی مٹھی کا اتنا پھیلاؤ کر دیا کہ وہ ہر ایک کافر کی آنکھوں میں پڑ گئی۔ تصوف میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ نظر آتا ہے۔ شیخ ایک دفعہ زبان سے نہیں فقط دل میں اللہ ھُو کہے گا تو اس کا اثر سب کے دل پر پڑیگا۔ اس کا نام فیض ہے۔ کوئی کاریگر۔ کوئی کرنیل۔ کوئی جرنیل یہ کر سکتا ہے؟

شیطان سب سے زیادہ تصوف کے بھیس میں چھپتا ہے۔ اور کسی بھیس میں وہ اتنا نہیں چھپتا ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

لوہار۔ بڑھئی۔ کاتب وغیرہ ہر ایک کے کمال کا پتہ منٹوں میں لگ سکتا ہے۔ لوہار کو کوئی لوہے کی۔ بڑھئی کو لکڑی کی چیز بنانے کے لئے دے دیجئے۔ اس کے کمال کا فوراً پتہ چل جائے گا۔ لیکن صوفی کو طالب نہیں پرکھ سکتا۔ کہ کھرا ہے یا کھوٹا۔ کامل تو پرکھ سکتا ہے۔ کرنل لارنس پیر کرم شاہ کے بھیس میں مدت تک لاہوریوں کا پیر بنا رہا۔ بڑے بڑے اس سے دھوکہ کھا گئے۔ بالآخر مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری نے بھانڈا پھوڑا کہ یہ تو کرنل لارنس ہے اس کی فوٹو تو ملا کر دیکھو۔

میں کہا کرتا ہوں کہ موتی ملنے ارزاں لیکن کامل کا ملنا اس سے بھی گراں۔ تقسیم سے پہلے موتی ہندوستان کے سکھوں کے بھی گھروں میں تھے۔ لیکن اللہ والے مسلمانوں میں بھی کمیاب ہیں۔ پبلک پلیٹ فارم پر کام کرنے والا لاہور میں ایک بھی ولی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کھینچ کر لانے والے اولیاء کرام یہاں بھی موجود ہیں۔ یہ اولیاء کرام کی ایک قسم ہے۔ ان کی بے شمار قسمیں ہیں۔ فوق کل ولی ولی لا یعلم تعداد مراتبہم الا اللہ۔ ان کی برکت سے لاہور بچا ہوا ہے ورنہ اسے کب سے پہلے غرق ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ یہاں کوٹھے سے زیادہ زانی شرابی اور بدمعاش رہتے ہیں۔

پھر تو گھر گھر ہونگے - مگر گھر ہے بہت کم ہیں - گھروں کی ضرورت نہیں مسلمانوں کو یونہی چاہیئے - جو طبلہ ہارمونیم سے نہ روکے - بزرگان دین کی قبروں پر ڈھولوں کے سلام اور گانے اور ہارمونیم بجانے سے نہ روکے - اور یہ کہے کہ یہ سلام کرنے کے لئے آئی ہیں - عبادت بھی ہو گئی - ڈھولیوں کی زیارت بھی ہو گئی - ہم خرما و ہم ثواب - تیسری رات ہوئی ہمارے محلے میں قوالی تھی - ساری رات طبلہ اور ہارمونیم بجتا رہا - گانے کی بھی آواز آتی رہی - حضور صلعم کے زمانہ میں بھی اس رنگ کے ذہنیت والے ہوں گے - ان کے متعلق اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں -

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا (سورۃ الانعام رکوع ۸ پ ۷)

(ترجمہ) اور انہیں چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے -

اللہ تعالےٰ لاہوریوں سے اللہ والوں کی توہین نہیں کرانا چاہتے - اس لئے لاہور میں کوئی نہیں -

میں نے جو کچھ فیض کے متعلق عرض کیا ہے اس کا عملی رنگ میں نے اپنے حضرات کے ہاں دیکھا ہے - وہ سوئے بھی ہوتے تو طالب پاس آکر بیٹھ جاتے تو طبیعت پر اثر ہوتا -

اوّل تو کامل کا ملنا مشکل ہے - کامل کی پہلی شرط اتباع شریعت ہے - میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اگر صوفی آسمان پر بھی اڑتا ہوا آئے اور اس کا عمل کتاب و سنّت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھنا گناہ ہے - اس کی بیعت کرنا حرام ہے - اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا - کامل اللہ تعالےٰ نے بیج کے طور پر رکھے ہوئے ہیں - ان میں سے بعض اس رنگ میں رہتے ہیں کہ لاہوری ان کے منہ پر بھی تھوکنا پسند نہ کریں لیکن وہ اللہ کے ہاں مقبول ہیں اور ان کی وجہ سے اللہ کا غضب لاہور والوں سے ٹلا رہتا ہے - قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ کفار مکہ یہ کہتے تھے

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ (سورۃ الانفال رکوع ۴ پ ۹)

(ترجمہ: اے اللہ اگر یہ دین تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا -)

اللہ تعالےٰ نے اس کا جواب یہ دیا :-

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ - (سورۃ الانفال ر ۴ پ ۹)

(ترجمہ: اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ انہیں تیرے ہوتے ہوئے عذاب دے)

حنظلہ رضی اللہ عنہ ایک مخلص صحابی تھے - ایک دفعہ وہ یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے - نافق حنظلہ (حنظلہ رضی اللہ عنہ منافق ہو گیا) سامنے سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آ رہے تھے - انہوں نے جب پوچھا کہ کیا ہوا تو حنظلہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جب حضور صلعم کی صحبت میں ہوتے ہیں تو رنگ اور ہوتا ہے - لیکن ان سے دور ہو جاتے ہیں تو وہ حالت نہیں رہتی - معلوم ہوتا ہے کہ اندر نفاق ہے - حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری بھی یہی حالت ہے - دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا - آپ صلعم نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے کہ جو حالت تمہاری میری موجودگی میں ہوتی ہے وہ بعد میں قائم نہیں رہ سکتی - یہ فیض ہے - حضور صلعم کی صحبت میں اور رنگ ہوتا ہے - اور آپ صلعم سے دور ہو کر اور رنگ ہوتا ہے - کامل سے فیض حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ عقیدت ادب اور اطاعت میں ذرہ جتنا بھی فرق نہ آنے - میں انگریز سے نہ ڈرتا تھا - لیکن اپنے حضرات سے ایسے ڈرتا تھا جیسے کوا تیر سے - جب کبھی اللہ تعالےٰ ۲۵ روپیہ مٹھی میں دے دیتے تو امروٹ شریف چلا جاتا - صرف ایک دن اور ایک رات رہتا تھا - اگر ان تینوں تاروں (عقیدت - ادب - اطاعت) میں سے ایک تار بھی کٹ گئی تو طالب گیا - کہتے ہیں کہ کچی اینٹ بلی سے اچھی ہوتی ہے - کچی بارش سہار لیتی ہے - بلی نہیں سہارتی - اللہ تعالےٰ اگر اللہ والوں کی صحبت میں پہنچائے تو وہاں سے کچھ لے کر نکلنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الہ العالمین

وظائف و لطائف

(از جناب خاموش مبلغ صاحب ملتان)

سوتے وقت کی دعائیں

● — اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰی

(ترجمہ: - اے اللہ تیرے نام سے مرتا اور جیتا ہوں -

حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر لیٹتے تو اپنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے اور پھر فرماتے اللھم باسمک اموت واحیی (مشکوٰۃ)

● — بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصّٰلِحِيْنَ ٥

(ترجمہ: - اے پروردگار آپ کے نام سے لیٹا ہوں - اور آپ کے ہی نام سے اٹھتا ہوں - اگر آپ میری جان لے لیں تو اس پر رحم فرمائیں - اور اگر بھیجیں اس کو تو اس کی اس طرح حفاظت فرمائیں جس طرح اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتے ہیں -)

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی بستر پر آوے تو تہبند کی اندر کی جانب سے بستر کو جھاڑ دے - اس واسطے کہ وہ نہیں جانتا کہ کونسی چیز اس پر پیچھے رہی ہے - پھر کہے باسمک ربی آخر تک

(بخاری و مسلم ۱۲ مشکوٰۃ)

● — اَللّٰهُمَّ قِنِیْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ (تین بار)

ترجمہ: - اے اللہ مجھے عذاب سے بچا جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں -

● حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا داہنا ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور پھر فرماتے اللھم قنی (آخر تک تین بار) (ابوداؤد ۱۲ مشکوٰۃ)

● — اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ (تین بار)

(ترجمہ: - میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں - وہ زندہ ہے اور سب کو تھامنے والا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں)

● — حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بستر پر جس وقت آوے تو تین بار (استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ کہے) اللہ تعالےٰ اس کے گناہ بخش دے گا - اگرچہ مثل کف دریا یا میدان کی ریت کی گنتی یا درختوں کے پتوں کی گنتی یا دنیا کے دنوں کی گنتی کے برابر ہوں - (ترمذی ۱۲ مشکوٰۃ)

● — حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنی دونوں ہتھیلیاں ملاتے پھر ان پر قل ھو اللہ احد و قل اعوذ برب الفلق - اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر پھونکتے اور دونوں ہاتھوں سے سر اور منہ اور اگلی

انور صابری

بھول گئے

(مرسلہ راجہ حافظ عبدالحمید صاحب جبوالوی ضلع سرگودھا)

جس دور پہ نازاں تھی دنیا ہم اب وہ زمانہ بھول گئے
دُنیا کی کہانی یاد رہی اور اپنا فسانہ بھول گئے

وہ ذکرِ حسیں رحمت کا جسے کہتے ہیں قرآنِ مبیں
دُنیا کے نئے نغمے سیکھے عقبیٰ کا ترانہ بھول گئے

اغیار کا جادو چل بھی چکا ہم ایک تماشہ بن بھی گئے
دُنیا کو جگانا یاد رہا خود ہوش میں آنا بھول گئے

عبرت کا مرقع یہ پستی ہے قابلِ حیرت یہ مستی
اپنا تو مٹانا یاد رہا باطل کا مٹانا بھول گئے

انجام آزادی کیا کہئے بربادی سی بربادی ہے
جو درس شہ بطحیٰ نے دیا دنیا کو پڑھانا بھول گئے

تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور
جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

جو روزِ ازل پیمان کئے دُنیا میں وہ پیماں بھول گئے
جو کام مسلمانوں کے تھے وہ کام مسلماں بھول گئے

دُنیا کا تو گھر آباد کیا عقبیٰ کا مگر برباد کیا
مشکل میں خدا کو یاد کیا مشکل ہوئی آساں بھول گئے

فرعون نہیں شداد نہیں دنیا میں قوم عاد نہیں
کیا لوط کی اُمت یاد نہیں کیا نوح کا طوفاں بھول گئے

منہ دیکھ لیا آئینے میں اور داغ نہ دیکھے سینے میں!
جی ایسا لگا لیا جینے میں مرنے کو مسلماں بھول گئے

طریق تذکرہ و تسمیہ خواتین

از جناب الف بیگم صاحبہ حیدرآباد دکن

ذیل میں امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد مدظلہ العالی کے ایک خط کو بغرض اشاعت نفع عام نقل کیا جا رہا ہے اور ساتھ ہی وہ خط بھی جس کا جواب حضرت مدظلہ کا یہی خط ہے۔ یہ الہلال میں شائع ہوا تھا۔

اس خط کی نسبت کچھ تعریف کے طور پر عرض کرنا قطعاً غیر ضروری ہے۔ صرف اتنا ہی بس کرتا ہے کہ:

حضرت امام الہند کا خط

اس کی اشاعت کے متعلق اتنا ضرور عرض کریں گے کہ:-

اس سے ہر گم کردہ راہ اعتدال اصلاح و فلاح کا اتنا سامان ضرور حاصل کر سکتا ہے کہ وہ راہِ اعتدال کی شاہراہ اعظم کو پھر پائے جس سے وہ بھٹک گیا ہے۔ اور جو کسی وقت بھی کسی زمانہ میں بھی کسی گزرنے والے قافلے کے لئے بند نہیں ہوتی۔ البتہ بہت سارے قافلے ہیں۔ جو اس پر سے گزرنا نہیں چاہتے اور شاہراہ اعظم سے اعراض کر کے خود دوسرے ایسے راستوں کو منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے اختیار کرتے ہیں جن میں کجروی ہے ناہمواری اور تنگی ہے نشیب خطرناک اور فراز دشوار ہیں۔ اور جن راستوں میں خطرناک جھاڑیاں، ڈاکوؤں اور قزاقوں کے ڈیرے ہیں۔ غرضیکہ حفاظت و آسائش کا فقدان اور خطرات و مشکلات اور نقصانات کی فراوانی ہے۔ آسان سیدھی اور محفوظ شاہراہ کو چھوڑ کر خود ایسے راستوں کو اختیار کرتے ہیں — بزبان حال خود اختیار کردہ راستوں کی کجروی، ناہمواری اور تنگیٔ سفر کا شکوہ شکایت کرتے ہیں۔ قزاقوں اور ڈاکوؤں کے حملوں کا ماتم کرتے ہیں کہ ہائے ہمارا سارا مال و متاع چھین لیا گیا ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

حضرت اقدس مدظلہ کے اس خط میں ہر اس فرد کے لئے جس کے پاس عقل سلیم اور اپنے نفع و نقصان کے سمجھنے والا دماغ ہے، عبرت و بصائر کا ایک خوشنما میٹھے اور پھلدار درختوں والا ایک باغ ہے۔ بشرطیکہ اس کی عقل سلیم کو رسم و تقلید نے اور دماغ کو جہل و سرکشی اور ضد و عناد نے معطل اور بیکار نہ کر دیا ہو۔

اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ (اشفاق)

گو مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ جناب جن عظیم الشان کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ ان میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی دریافت و تحقیق کی گنجائش نہ ہوگی۔ جیسا کہ میں عرض کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ اس معاملے کی نسبت کوئی بھی مجھے تشفی بخش جواب نہ دے سکا۔ اور یہ ایک اصول کی بات ہے جس کا فیصلہ کر لینا اور ایک ہی طریقہ پر کاربند ہونا بہت ضروری ہے۔

میں یہ پوچھتی ہوں کہ مسلمان عورتیں اپنے نام کو خط و کتابت اور اخبار وغیرہ میں کیونکر لکھیں؟ انگریزی میں قاعدہ مس اور مسز کا ہے۔ بعض لوگ اسی پر عمل کرتے ہیں۔ اور بعض لوگ بیگم کا لفظ بڑھا دیتے ہیں۔ عورتوں کا نام ظاہر کرنا ہم مسلمانوں میں معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اب معلوم نہیں کہ یہ خالی رسم ہے یا شرعی حکم ہے؟

بہر حال جناب اس بارے میں ایک رائے الہلال میں ضرور شائع کر دیں۔ جو اسلامی تعلیم کے مطابق ہو۔ اور اس پر سب کاربند ہوں۔

"الہلال"

خط کا جواب

از امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد

آپ کا سوال بھی عظیم الشان ہے۔ یہ چھوٹی باتیں نہیں ہیں کسی شائستہ اور ترقی یافتہ قوم کیلئے ضروری ہے کہ ان تمام جزئیاتِ معاشرت اور آداب و رسوم میں اپنی ایک خاص تہذیب رکھتی ہو۔

انگریزی طریقہ یہ ہے کہ لڑکی اپنے باپ کے نام کی نسبت سے مشہور ہوتی ہے۔ اور عورت اپنے شوہر کے نام سے۔ فی الحقیقت ان کے یہاں عورتوں کے عیسائی نام (اصلی نام) کا کوئی وجود نہیں۔ صرف شوہر یا امیدوار ازدواج اصلی نام لے کر بلاتا ہے۔ کہ ایک رسم محبت ہے۔ اگر گرجے کا رجسٹر اور والدین و شوہر کا حافظہ ساتھ نہ دے تو دنیا کسی طرح معلوم نہیں کر سکتی کہ مسز فلاں کا اصلی نام کیا ہے؟

یہ حالت گو بظاہر ایک خوشنما رسم و تہذیب معلوم ہوتی ہے۔ مگر فی الحقیقت دنیا کے بدترین دورِ جہل و ظلمت کے بقیہ آثار میں سے ہے۔ اور آج کل کے مقلدین یورپ اور فرنگی مآبوں کو اس کی خبر نہیں۔ یورپ میں ایک نہایت سخت دور اس جہالت کی تاریکی کا رہ چکا ہے۔ جو مسیحی مذہب کے مطلع ظلمت سے نکل کر پھیلی تھی۔ اور جس کو تاریخ میں قرون مظلمہ یعنی تاریک صدیوں سے یاد کیا جاتا ہے۔ توراۃ میں ہے۔ کہ

"عورت کا وجود آدم کے گناہ کا پھل ہے"

اور مسیح نے اس کی تصدیق کی ہے پس یورپ نے اپنے مسیحی دور میں عورتوں کو ایسی اشد شدید غلامی کی حالت میں رکھا۔ اور اس جنس اشرف و اقدس کی اس درجہ عملاً و اعتقاداً تحقیر کی۔ کہ گذشتہ دنیا کے تمام انسانی معاصی و جرائم اس کے سامنے ہیچ ہیں اور اس کے تذکرہ سے انسانیت کے جسم پر لرزہ آ جاتا ہے۔

مسیحی مذہب نے عورت کے وجود کو مثل مرد کے ایک مستقل وجود تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ پادریوں کا عقیدہ یہ تھا کہ عورت کے جسم میں مرد سے وہ روح ہی نہیں جو مردوں کے اندر سے اثبات شرف و عظمت انسانیت کرتی ہے۔ اس کو حق نہیں کہ اپنے نام سے خرید و فروخت کرے۔ قانون اس کے وجود کو شخصی تسلیم نہیں کرتا وہ کوئی جائداد اپنے نام سے الگ نہیں رکھ سکتی بہ مختصر سے اشارے ہیں۔ ورنہ یہ داستان معصیت بہت دراز ہے۔

گذشتہ تین چار صدیوں کے اندر یورپ میں تمدنی و اجتماعی انقلاب ہوا۔ اور مسیحی مذہب کی غلامی کی لعنت سے علم و مدنیت نے نجات دلائی۔ تو عورت کی حالت اور حقوق پر بھی توجہ ہوئی۔ رفتہ رفتہ اس کے احترام و شرف کا اعتقاد راسخ ہو گیا۔ تاہم اس کی غلامی کے بہت سے طوق اب تک باقی ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کی حسین و جمیل گردنوں میں انہیں سنہری زیور پہنا کر خوشنما بنا دیا گیا ہے۔ کہ یہاں آ کر ہر چیز خوشنما بن جاتی ہے

یک قبا نیست کہ شائستہ اندام تو نیست

انہیں جملہ میں محترم جنس کی غلامی کا ایک نفرت انگیز نقیبہ یہ ہے کہ یہاں سمدایا جبرت نسوانی، تسویۂ حقوق جنسین عورت کو یہ سیاسی بھی یہ حق دینے سے انکار کرتی ہے کہ اپنا نام ظاہر کرے۔ جب تک لڑکی ہے۔ اس کا وجود باپ کے نام میں مدغم ہے۔ اور عورت ہو کر اپنے شوہر کے نام میں۔ گویا اس کا وجود ہی نہیں۔ نہ اسے حق تسمیہ و اعلان ذاتی حاصل!

آپ نے انگریزی حکام کو کسی ایڈریس کے جواب میں اپنی بیوی کی طرف سے بھی اظہار خیال کرتے ہوئے اخبارات میں پڑھا ہوگا۔ مثلاً وائسرائے کو ایڈریس دیا جاتا ہے۔ اور اس میں آپ کی لیڈی کی بھی تعریف کی جاتی ہے۔ چاہئے کہ وہ خود اپنی تعریف کا شکریہ ادا کریں۔ لیکن ایسا کبھی نہ ہوگا۔ وائسرائے اپنی جوابی تقریر

کے آخر میں ان کی طرف سے بھی خود ہی جواب دیں گے اور کہیں گے۔ کہ وہ آپ کے اظہارات محبت و عقیدت کی نہایت شکر گزار ہیں۔

یہ عام قاعدہ ہے اور یورپ کے اسی دور گزشتہ کا بقیہ جس میں عورت کے وجود کو مثل ایک مرد کے انسان مستقل نہیں تسلیم کیا جاتا ہے پس وہ مرد کی موجودگی میں خود لاشئے اور کالمعدوم ہے۔ اس کی جانب سے بھی شوہر ہی اثبات وجود کرتا ہے۔

میں متعجب تھا کہ سفر یجیٹ عورتیں اس مسئلہ پر کیوں متوجہ نہیں۔ حال میں مس اینڈرسن نامی ایک سفر یجیٹ عورت نے اپنے مطالبات کا اظہار کیا ہے وہ نہایت حقارت کے ساتھ اس رسم تسمیہ کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے

آجکل کے مفتر تجیین مارفین جو یورپ کی ہر رسم و وضع کی کورانہ تقلید کو اپنا اجتہادی دین و مذہب سمجھتے ہیں۔ اور ہندوستان بلکہ تمام مشرق کو اس کی قدیمی وحشت و جہالت سے نجات دلانے کے مستحز انگیز وہم میں بدبختانہ مبتلا ہیں۔ لفظ "آزادی" کے رسم الخط (سپیلنگ) سے تو واقف ہو گئے ہیں۔ مگر ابھی اس کی حقیقت کا سمجھنا ان کے لئے باقی ہے یہ نادان سمجھتے ہیں کہ عقائد و اعمال میں انگریزی سوسائٹی کی چند مصطلحات کا رٹ لینا اور چند رسوم و اوضاع کو نہایت بھونڈے پن سے ہر موقع پر اپنی بیرونی زندگی سے نمایاں کرتے رہنا یہی مدنی و معاشرتی ترقی کی معراج ہے۔ حالانکہ ان فقراء علم و تمدن کے پاس ثانی جس قدر خوش رنگ اور کالر جس قدر چمکیلا ہے۔ افسوس کہ اس قدر فکر راسخ نہیں۔ وہ جن کی تقلید کو اجتہاد سمجھتے ہیں۔ خود ان کو بھی سمجھنے کی کوئی تمیز نہیں۔ انہوں نے یورپ کو نہ سمجھا ہے پڑھا نہیں۔ اور پڑھنے کے لئے دماغ چاہیئے۔ جو اپنے گھر میں سوچتا ہوا نکہ وہ آنکھیں جو لندن کی تماشاگاہوں کی رونق میں گم ہو گئیں ہوں۔

مثلھم کمثل الذی استوقد ناراً فلما اضاءت ما حولہ ذھب اللہ بنورھم وترکھم فی ظلمٰت لا یبصرون (۲ : ۱۶) القرآن الحکیم

اسی کورانہ و لعبدانہ تقلید کا نتیجہ ہے۔ کہ لوگوں نے نہایت ذوق و تفاخر سے "مس" کی ترکیب بھی شروع کر دی ہے۔ اور جو لوگ اس طبقہ میں زیادہ مشرق دوست ہیں۔ وہ اپنے قومی آداب و رسوم کے تحفظ کا یوں ثبوت دیتے ہیں۔ کہ مسز کا ترجمہ "بیگم" کے لفظ سے کرتے ہیں۔ اور اس کو بغیر اضافت بہ ترکیب ہندی استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً بیگم صاحبہ مسٹر محمود"!

بعض لوگوں نے اس کو اضافہ مقلوبی میں بدل دیا یعنی وہ بیگم صاحبہ محمود کی جگہ "بیگم محمود" لکھتے اور بولتے ہیں۔ مگر اصل یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کورانہ تقلید کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اور مجھے مسز کی ترکیب سے زیادہ بیگم کی ترکیب پر ہنسی آتی ہے۔ اگر آپ میری رائے پوچھتی ہیں۔ "تو میری رائے اسلامی تعلیم کے ماتحت یہ ہے"

اور بس۔ خواہ کوئی بات ہو۔ میں سب سے پہلے اسلام ہی کا ماننے والا سمجھتا ہوں۔" بہت سے لوگ اس پر ہنستے ہیں۔ مگر پیارے لیکن تم بھی ان کی حالت پر غیر متفق ہے۔

یورپ عورت کو اس کے قدرتی حقوق اب تک نہ دے سکا۔ اسلام دنیا میں آیا۔ تاکہ ہر طرح کی انسانی مظلومیوں کو مٹا دے۔ اور ایک بڑی غلامی عورتوں کی غلامی بھی تھی۔ پس اس نے عورتوں کو ان کی چھینی ہوئی عزت واپس دلائی ان کے وجود کو ایک مستقل وجود تسلیم کیا۔ اور مرد اور عورت کے حقوق مساوی قرار دے دئے۔ اسلام عورت کو حق دیتا ہے۔ کہ باپ اور شوہر سے الگ اپنی شخصیت قائم رکھے وہ اپنی ملکیت اور اپنی جائداد خاص اپنے نام سے رکھ سکتی ہے۔ اور اپنے نام سے ہر طرح کا قانونی معاملہ کر سکتی ہے۔ وہ یورپ کی طرح نہ تو باپ کے نام میں مدغم ہے اور نہ شوہر کے۔

پس کوئی ضرورت نہیں کہ ہم یورپ کے اس بقیۂ وحشت، اس اثر جہالت اور اس یادگار استبداد نسوانی کی تقلید کریں۔ اور مسز یا بیگم کی ترکیب سے اپنی عورتوں کو اپنے ناموں کے ساتھ شہرت دیں۔ یہ مسیحیت کی بخشی ہوئی غلامی ہے۔ مگر اسلام اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ کہ عورتوں کے ساتھ ایسا غلامانہ سلوک جائز رکھے۔ اس نے ہر عورت کو بالکل مرد کی طرح ایک مستقل وجود بخشا ہے۔ پس ہر مسلمان عورت کو اپنا وہ اصلی نام ظاہر کرنا چاہیئے۔ جو پیدائش کے وقت رکھا گیا ہے اور جس نام سے اس نے جلسہ نکاح میں اپنے شوہر کی دائمی رفاقت کا اقرار کیا۔ اسی نام سے وہ پکاری جائے اور وہی نام وہ خود بھی اپنا پیش کرے۔ اگر ہر زندہ انسان کا یہ حق طبعی ہے۔ کہ اس کو اس کا اصلی نام دیا جائے۔ تو کونسی وجہ ہے۔ کہ عورت اس سے محروم رہے؟

یورپ جو راستوں اور تفریح گاہوں میں عورت کو بکمال عزت و احترام اپنے بازو کا سہارا دیتے کہ اس کی خود غرضانہ پرستش کرتا ہے عقل و فکر کے عالم میں کیوں اب تک اس کی غلامی کا حامی ہے

عورت مثل مرد کے ایک انسان ہے جو اپنے باپ کے گھر میں مثل مرد کے پرورش پاتی ہے۔ پس جس طرح ایک لڑکا اپنا نام رکھتا ہے۔ اسی طرح عورت کا بھی نام ہونا چاہیئے پھر وہ ایک مستقل وجود ہے۔ اور مثل مرد کے انسانیت کا نصف ثانی ہے۔ وہ مرد کے ساتھ رفاقت مدنی کا اقرار کرتی۔ اور اس کے دل کے معاوضہ میں اپنا دل دیتی ہے پس اس کے گھر میں آ کر اس کے وجود کی شریک ضرور ہو جاتی ہے مگر اپنے وجود سے محروم نہیں ہو جاتی۔

وہ تعلیم جو فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ہے۔ اس طبعی حالت میں تبدیلی نہیں چاہتی۔ اور جو آپ نے فرمایا کہ عورتوں کا نام ظاہر کرنا شاید خلاف شرع ہے۔ تو یہ اس لحاظ سے تو ضرور صحیح ہے۔ کہ بدقسمتی سے آجکل مسلمانوں کی شریعت، رسم و رواج ہی کا نام ہے

انا وجدنا ابائنا علیٰ امۃ
وانا علیٰ اثارھم مقتدون

ورنہ شریعت فطرت اسلامیہ نے تو کوئی حکم اس کی نسبت نہیں دیا ہے۔ ہمارے سامنے حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مقدس اور اہل بیت نبوت کا اسوۂ حسنہ ہے۔ جبکہ ہم حضرت خدیجہؓ حضرت عائشہؓ حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہا) کا نام مبارک لے سکتے ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ وہ کون صاحب غیرت مسلمان ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور صاحبزادیوں کا نام تو بلا تامل خود لے لیتا ہے مگر اپنی بیوی یا لڑکی کے نام کے اعلان سے شرماتا ہے۔

بہرحال میرا طرز عمل تو یہی ہے کہ جب کبھی کوئی خاتون میری بیوی کا نام لفافے پر مسز یا بیگم کی ترکیب سے لکھ دیتی اور میری نظر پڑ جاتی ہے تو مجھے نہایت سخت تکلیف ہوتی ہے اور میں لکھوا دیتا ہوں کہ از راہ کرم آئندہ ایسا نہ کریں۔ رہا اسلام میں عورتوں کے حقوق کی عظمت اور مرد و عورت کے حقوق کا مسئلہ تو اس کی طرف محض سرسری اشارہ کو کافی سمجھے کہ بارہا یہ امور لکھے جا چکے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ اور اعمال نبوت و صحابہ کرام کے علاوہ نصوص قرآنیہ اس بارے میں بکثرت و بوضاحت وارد ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ سورہ بقرہ میں احکام طلاق بیان کرتے ہوئے ایک ہی جامع و مانع جملے میں قرآن حکیم نے اس بحث کا خاتمہ کر دیا۔

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف
وللرجال علیھن درجۃ

الاٰیۃ (۲ - ۲۲۸)

(اور جس طرح مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔ اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں ہاں مردوں کو قیام مصالح معیشت کی فوقیت ضرور ہے)

یہ آیت فی الحقیقت ایک کلمہ جلیل و عظیم ہے جس نے بدفعۃ واحدۃ عورتوں کو تمام حقوق معاشرت و مدنیت دلا دیئے۔ جن سے دنیا کی جہل و ظلمت نے انہیں محروم کر دیا تھا۔ نیز صاف صاف بتلا دیا۔ کہ دونوں کے حقوق بالکل مساوی ہیں۔ باستثناء اس طبعی فوقیت کے جو

الرجال قوامون علی النساء

کے لحاظ سے مردوں کو حاصل ہے۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ تمام عبادات و معاملات میں مرد اور عورت اسلام میں یکساں حقوق رکھتے ہیں۔ جب یہ حالت ہو تو کون سی وجہ ہے کہ عورت اپنے نام سے ظاہر ہونے اور پکارے جانے کی مستحق نہ سمجھی جائے۔

اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے ایک عجیب لطیفہ ذہن میں آیا۔ آجکل کے تعلیم یافتہ اصحاب مذہب و معاشرت میں آزادی اور حریت کے قائل ہیں۔ اور اپنے تئیں

پوری کاوش و جہد سے آزاد کہلوانا چاہتے ہیں چنانچہ عورتوں کی آزادی و حقوق کا بھی اسی ضمن میں مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ہندوستانیوں نے عورتوں کو غلام بنا رکھا ہے۔

لیکن یہ جو کچھ ہے محض یورپ کے بعض سطحی مناظر کی نقالی کا شوق اور اس کی ہر بات کی غلامانہ تقلید کا ولولہ ہے۔ خود ان کے دماغ کے اجتہاد و فہم کو اس میں دخل نہیں۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی چیز اسلام کے پاس ان لوگوں کے مذاق کی موجود بھی ہوتی ہے تو یہ لوگ اسے بالکل چھوڑ دیتے ہیں۔ اور یورپ کی اسی شان و رسم کی تقلید کرنا چاہتے ہیں جو سرے سے آزادی و حریت ہی سے خالی ہے۔ مثال میں اسی مسئلہ کو لیجئے۔ یہ لوگ عورتوں کو آزادی دلانا چاہتے ہیں۔ اور ان کے حقوق کی بلا معاوضہ وکالت کرنے سے کبھی نہیں تھکتے۔ اس کا نتیجہ تو یہ ہونا تھا کہ عورتوں کو ان کے اصلی نام سے ظاہر ہونے دیتے کہ شخصی آزادی اور استقلال کی یہی شان ہونی چاہیئے۔ اور یہ بات ہے بھی عین ان کے مذاق کی لیکن وُہ تو اس سے بالکل بے خبر ہیں۔ اور "مسز" اور "مسز" کی ترکیب پر فخرانہ فریفتہ ہو رہے ہیں حالانکہ اس سے بڑھ کر عورتوں کے عدم استقلال و حریت کی کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔

چونکہ یہ لوگ محض مقلد ہیں۔ اس لئے ان کی نظر صرف اس پر پڑتی ہے کہ ہمارے آئمہ فرنگ کی سنت قولی و فعلی و تقریری کیا ہے۔ اگر ان کے مذاق آزادی کی کوئی بہتر سے بہتر چیز خود ان کے پاس موجود ہوتی ہے۔ تو بھی طوفان و ظلمت کی تقلید میں اسے نہیں دیکھ سکتے۔

آزادی نسواں کا لفظ بھی یورپ سے سن لیا ہے۔ اور اس پر سر دھنتے ہیں۔ لیکن نہ تو عورتوں کی آزادی کا مطلب کسی نے سمجھا ہے اور نہ خود یورپ کے طرز عمل کی حقیقت پر ہی غور کیا ہے۔

اولٰئک کالانعام بل هم اضل

مجھے ان لوگوں سے بالکل شکایت نہ ہوتی۔ اگر میں انھیں سر سے پاؤں تک فرنگی دیکھتا۔ مگر اجتہاد و فکر و دماغ کے بعد محض شیوۂ تقلید اختیار کر کے کوئی قوم قوم نہیں بنی ہے۔ اور نہ بن سکتی ہے۔

سب سے پہلے دماغ کو بند تقلید سے آزادی ملنی چاہئے۔ پھر فہم و عمل کو۔ یہ لوگ چند رسوم و اوضاع کی غلامی سے قوم کو نجات دلانا چاہتے ہیں مگر خود اپنے دماغ کو یورپ کا غلام بنا رکھا ہے قرآن کریم اسی تقلید کو کفر کا مبدا بتلاتا ہے

ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون

میرے ایک دوست نے ایک انگریز کا قول نقل کیا۔ جو کیلوان اسکول لکھنؤ کا پرنسپل تھا وہ کہا کرتا تھا کہ اگر ہندوستانیوں نے انگریزی لباس "تقلیداً" نہیں بلکہ اس کے فوائد کو سمجھ کر اختیار کیا ہوتا تو میں دیکھتا کہ پاؤں کی جگہ سر سے اس وضع کو اختیار کرنا شروع کرتا۔ حالانکہ حالت برعکس ہے۔ ہر شخص جو نئی تہذیب کے سکول میں نیا نیا بیٹھتا ہے۔ سب سے پہلے بوٹ پہنتا ہے۔ اس کے بعد انتہائی منزل ہیٹ کی ہوتی ہے حالانکہ تمام انگریزی لباس میں سب سے انفع شے ٹوپی ہی ہے کہ دھوپ سے آنکھوں کی حفاظت کرتی ہے۔ نہ کہ جوتا جو سفر کے علاوہ ہر حال میں سخت موذی و تکلیف دہ ہے

آزادی کے بعد
ترقیوں کے طوفان

از حکیم شمس الدین احمد صاحب قریشی

(۲)

(۸) خودکشی میں ترقی :-

اس باب میں ہماری قوم نے مجموعی حیثیت سے کافی عروج حاصل کیا ہے۔ خاص طور پر ہمارا نوجوان طبقہ اس عروج و ترقی میں بہت پیش پیش ہے۔ معمولی قسم کی باتوں پر کنوؤں میں چھلانگیں لگا دیتے ہیں۔ گلوں میں رسیاں ڈال کر خودکشی کر لیتے ہیں۔ ریل کی پٹڑی پر سر رکھ کر اپنی ہلاکت و بربادی کو دعوت دے دیتے ہیں۔ اپنے آپ پر شوٹ کر کے تباہی کے گڑھوں میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر آپ ان اسباب و علل کی تہ تک پہنچنا چاہیں جن کی وجہ سے انہوں نے یہ حرکت کی، تو بہت معمولی باتیں معلوم ہوں گی۔ کوئی کسی لڑکی پر عاشق ہے۔ اور اس کے حاصل کرنے میں ناکام ہو گیا ہے۔ اور کوئی بیماری سے تنگ آ کر خودکشی کر رہا ہے۔ کسی کو ملازمت نہیں ملی۔ تو اس نے یہ راستہ اختیار کر لیا۔ تو خاص طور پر امتحانات کے ایام میں ہر ضلع سے طلبہ کی خودکشیوں کی کافی خبریں آتی ہیں۔ ان میں سے بعض وہ حضرات ہیں کہ ابھی امتحان دیا نہیں اور پہلے ہی سے ناکامی کی عار کو خودکشی کے ذریعہ دھونا چاہتے ہیں۔ اور کوئی صاحب امتحان دینے کے بعد نیلا تھوتھا کھا کر نتیجہ کی آمد سے پہلے ہی ابدی نیند سو جاتے ہیں اور بعض زیادہ دیر نتیجہ کی انتظار کے بعد افیون یا سنکھیا کھا کر اپنی نالائقی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آخر یہ کیوں؟ اگر آپ غور کریں اس کی وجہ کیا ہے۔ تو چند چیزیں آپ کے سامنے آئیں گی۔ پہلی بنیاد ہم نے جس چیز کا نام تعلیم رکھ رکھا ہے۔ جس کے لئے بڑی دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ یہ تعلیم نہیں انگریزی جیومیٹری ڈرائنگ۔ سائنس وغیرہ۔ یہ ایک صنعت و حرفت اور ذریعہ معاش ہے۔ اس کے حاصل کر لینے کے بعد ایک گونہ اطمینان ہو جاتا ہے۔ چلو نوکری مل جائے گی۔ جیسے گھڑی سازی ایک حرفت ہے عینک سازی ایک صنعت ہے۔ ڈاکٹری ایک فن ہے۔ ایسا ہی انگریزی تعلیم بھی ایک فن ہے۔ فن کا حاصل کرنے والا اگر اس وہم اور دھوکہ میں مبتلا ہو جائے کہ میں تعلیم یافتہ ہو گیا ہوں اور اس فن سے میرے اخلاق عادات، عبادت معاملات سب درست ہو جائیں گی تو یہ اس کی بہت بڑی غلط فہمی ہو گی۔ علم و تعلیم وہ ہے جو یہ بتلائے کہ اس نظام کو پیدا کرنے والا، چلانے والا تھامنے والا کون ہے۔ ہمارا اس سے کیا تعلق ہے۔ سوسائٹی اور قوم میں ہمارا کیا مقام ہے ماں اور باپ کے کیا حقوق ہیں۔ پڑوسیوں سے کیا ہمیں معاملہ کرنا چاہئے۔

ہماری اپنی جان کتنی قیمتی ہے۔ اور یہ اللہ کی طرف سے امانت ہے۔ اور اس کی حفاظت کرنا ہو گی ہے۔ اور اس کے حکم کے مطابق جان کو استعمال کرنا ہے۔ اور ہمیں مرنا ہے۔ موت کے بعد ایک زندگی آنے والی ہے جس کے لئے یہ عارضی زندگی پیش خیمہ ہے۔ یہ تھی اصل تعلیم اور اس کے حصول کا راستہ تھا۔ قرآن مجید اور سنت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مگر مسلمان انگریز کے پروپیگنڈہ سے اس قدر متاثر ہوا ہے۔ کہ دینی تعلیم کو اپنے لئے باعث عار سمجھتا ہے۔

دوسری بنیاد

آخر یہ طلبہ امتحانات میں کامیاب کیوں ہوں۔ جبکہ سال بھر یہ سینما اور فلمی گانوں میں مشغول رہتے ہیں بلکہ حکومت کے زیر اہتمام سکولوں میں گشتی فلمیں دکھا دکھا کر انہیں گانوں کا فدائی بنایا جا رہا ہے۔ اب اگر آپ امتحان لیتے ان سے گانے بجانے کا ایکٹرول اور ایکٹرسوں کے سلسلہ نسب کا۔ سرقہ اور زنا کا تو یہ یقیناً پاس ہوتے۔ اور اگر آپ ان سے ناول اور فحاشی کے داعی، رومان شمع وغیرہ کے بارے میں سوالات کرتے تو یہ سو فیصدی کامیاب رہتے۔

ہماری گذارش۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اپنے ذریعہ معاش کیلئے اس ہنر (موجودہ تعلیم) کو نہ حاصل کریں مگر خدارا اس ہنر کو تعلیم سمجھ کر اصل تعلیم علوم الٰہیہ سے محروم رہ کر اپنی دنیا و عاقبت تو برباد نہ کریں۔ ورنہ یہ خودکشیاں اور ماں باپ کی نافرمانیاں ایسے ہزاروں جرائم کا عام ہونا ضروری ہے ::

(باقی وارد)

اُسوۂ صحابہ

از جناب ابو سلمان خستانی صاحب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام کو سب سے زیادہ تقویت صحابہ کرام کے اخلاقی محاسن سے ہی پہنچائی ہے۔ ذیل میں ان کی زندگی کے چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں:-

ایثار:- ایک بار ایک شخص رسول کریم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے اس وقت آپ کے گھر میں پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس لئے آپ نے فرمایا:-

"آج رات کون اس مہمان کا حق ضیافت ادا کرے گا؟"

ایک انصاری نے کہا۔ "میں یا رسول اللہ"

چنانچہ انصاری اس کو ساتھ لے کر گھر گئے۔ بی بی سے پوچھا کچھ ہے؟ بولیں "صرف بچوں کا کھانا ہے" انہوں نے کہا "بچوں کو تو کسی طرح بہلاؤ۔ جب میں مہمان کو گھر لے آؤں تو چراغ بجھا دینا اور میں اس پر لب زدن کی مصنوعی حرکت سے یہ ظاہر کروں گا کہ ہم بھی ساتھ کھا رہے ہیں" چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ صبح کو رسول کریم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا "رات خدا تمہارے اس حسن سلوک سے بہت خوش ہوا اور یہ آیت نازل فرمائی۔

وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط

(وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ گو وہ خود تنگدست ہوں)

انتقام نہ لینا حضرت معاویہ بن خدیج نے حضرت عائشہ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا تھا۔ ایک بار وہ کسی فوج کے سپہ سالار تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ایک شخص سے پوچھا۔ کہ اس غزوہ میں معاویہؓ کا سلوک کیسا رہا؟ اس نے کہا۔ ان میں کوئی عیب نہ تھا۔ سب لوگ ان کے مداح رہے۔ اگر کوئی اونٹ ضائع ہو جاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا اونٹ دیتے تھے۔ اگر کوئی گھوڑا مر جاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا گھوڑا دیتے تھے۔ اگر کوئی غلام بھاگ جاتا تھا۔ تو وہ اس کی جگہ دوسرا غلام دیتے تھے حضرت عائشہؓ نے یہ سن کر کہا "استغفر اللہ! اگر میں اُن سے اس بنا پر دشمنی رکھوں کہ انہوں نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سُنا ہے کہ خداوند تعالے جو شخص میری امت کے ساتھ ملاطفت کرے تو بھی اس کے ساتھ ملاطفت کر اور جو اُن پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کر۔

صبر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب حجاج بن یوسف سے معرکہ آرا ہوئے۔ تو آپ کی والدہ حضرت اسماءؓ بیمار تھیں۔ وہ اُن کے پاس آئے اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ "مرنے میں آرام ہے" حضرت اسماءؓ نے جواب میں فرمایا۔ شاید تم کو میرے مرنے کی آرزو ہے۔ لیکن جب تک دو باتوں میں سے ایک نہ ہو جائے میں مرنا پسند نہ کروں گی۔ ایک تو یہ ہے کہ تم شہید ہو جاؤ۔ اور میں تم کو صبر کر لوں۔ دوسرے یا تم فتح و ظفر حاصل کرو کہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں" چنانچہ جب وہ شہید ہو چکے تو حجاج نے اُن کو سولی پر لٹکا دیا۔ حضرت اسماءؓ باوجود پیرانہ سالی کے اس عبرت گاہ میں آئیں۔ اور بجائے اس کے کہ رونی بیٹھتیں۔ حجاج کی طرف مخاطب ہو کر کہا "کیا اس سوار کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔

شجاعت حضرت ابوذر غفاریؓ جب مکہ میں آکر ایمان لائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ہدایت کی۔ کہ اس وقت اپنے وطن کو واپس لوٹ جاؤ اور اپنی قوم کو میری بعثت کی خبر کرو۔ لیکن انہوں نے نہایت پُرجوش لہجے میں کہا کہ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں کفار مکہ کے سامنے ہی اپنے عقیدے کا اعلان کروں گا" حالانکہ یہ بھی کہ وہ غریب الوطن تھے۔ مکہ میں ان کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا۔ لیکن باایں ہمہ وہ مسجد حرام میں آگئے۔ اور باآواز بلند کہا۔ "اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ" اس آواز کا سننا تھا کہ کفار ٹوٹ پڑے۔ اور کنکروں اور پتھروں سے مارنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوذر غفاریؓ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

جب اُٹھے۔ تو ان کا سارا جسم خون بہنے کی وجہ سے سرخ بُت معلوم ہوتا تھا۔ لیکن دوسرے روز پھر باوجود گھر پر ہونے کے اسی جوش و خروش اور جرأت کے ساتھ خانہ کعبہ میں اپنے اسلام کا اعلان کیا اور کفار نے ان پر پھر پہلے کی طرح یورش کی۔

صداقت ایک دفعہ مشہور منافق عبداللہ بن ابی اپنے رفقاء سے کہہ رہا تھا کہ اصحاب رسول اللہ کو کچھ نہ دو۔ یہاں تک کہ وہ بھاگ جائیں۔ اب ہم اگر مدینہ کو لوٹ جائیں۔ تو وہاں سے معزز لوگ ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے" حضرت زید بن ارقمؓ کہیں پاس ہی تھے انہوں نے سُن لیا اور اپنے چچا سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے اس واقعہ کو رسول کریم تک پہنچایا۔ آپؐ نے عبداللہ بن ابی کو بلا بھیجا۔ تو اس نے حلف اٹھایا۔ کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ آپ نے اس کے قول کا اعتبار کر لیا۔ اور حضرت زید بن ارقمؓ کی تکذیب کی۔ اس بات کا ان کو اس قدر صدمہ پہنچا۔ کہ عمر بھر کبھی نہ پہنچا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت زیدؓ اس صدمہ میں خانہ نشین ہو گئے اور فرط غم سے گردن جھک گئی۔ اس کے بعد جب سورۂ منافقون نازل ہوئی۔ تو آپ نے حضرت زیدؓ کو طلب کیا اور فرمایا کہ:-

"خدا نے تمہاری تصدیق کی"

خاکساری حضرت سلمان فارسی مداین کے گورنر تھے لیکن طرز معاشرت اس قدر سادہ رکھا تھا کہ کوئی پہچان نہیں سکتا تھا کہ مداین کے گورنر یہی ہیں۔ ایک دفعہ کسی شخص نے گھاس خریدی۔ اور ان کو مزدور سمجھ کر گھاس کی گٹھڑی ان کے سر پر لاد دی۔ وہ لے چلے۔ تو لوگوں نے کہا۔

"یہ امیر ہیں۔ صاحب رسول اللہ ہیں"

اس شخص نے سُنا۔ تو کہا۔ معاف فرمائیے۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ بوجھ سر سے رکھ دیجئے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا۔

"نہیں اب تو تمہارے گھر پہنچا کر اتاروں گا"

حق پسندی:- ایک دفعہ ایک پاگل عورت زنا کی مرتکب ہوئی۔ لوگوں نے اس عورت کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے صحابہ کرام کے مشورے سے رجم کا حکم دیا۔ لوگ اس کو سنگسار کرنے کے لئے لے جا رہے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آگئے۔ آپ نے سارا واقعہ معلوم ہونے پر کہا کہ اس عورت کو واپس لے چلو۔ حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے۔ تو فرمایا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ پاگل مرفوع القلم ہے۔ پھر اس عورت کو کیوں سنگسار کرتے ہیں؟ انہوں نے اس کو رہا کر دیا اور نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

تکمیلِ حیات یا ارتقاءِ زندگی

از جناب قیوم نواز سدوزئی

(۲)

دیکھنا تو یہ ہے کہ انسانی عقل کی تکمیل کیونکر ہوتی ہے اور کہاں تک ہوتی ہے۔ دنیا کی نامکمل تاریخ سے تو صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ انسانی تکمیل آج تک صرف اپنے ابتدائی مراحل تک پہنچی ہے۔ ابھی تو عہدِ طفولیت ہے جوانی اور پختگی کا ذکر تو در کنار۔ اور انسان نے ابھی ابھی تو کروٹ بدلی ہے۔ اور اس کو اس بات کا احساس ہونے لگا ہے، کہ وہ اس کائنات میں ایک بیش بہا انمول اور نرالی چیز ہے۔ جو دوسری تمام مخلوق قدرت سے کہیں بہتر ارفع اور اعلیٰ خلقت ہے۔ کاش کہ دنیا کے لوگ اپنے خالق کو سمجھنے میں اتنی تیزی کے ساتھ دوڑتے جس تیزی سے وہ اپنے پروردگار سے بغاوت کرنے میں تیز گام ہیں۔

چونکہ انسان اس کائنات میں ایک غیر معمولی شخصیت کا مالک ہے۔ اسلئے جسمِ انسانی جو گوشت و پوست سے بنا ہوا ہے فطرت اللہ کی ایک بیش بہا امانت بھی ہے جس کو تباہ کرنا کائنات میں ایک جرم عظیم ہے کہ جس کی نہ تو تلافی ہے اور نہ ہی معافی۔ اور اس کے لئے ایسی دائمی سزا فطرت میں موجود ہے۔ کہ جس سے چھٹکارا ناممکن ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ انسانیت کے دلدادہ اور تہذیب کے متوالے اس دنیا میں قتلِ انسانیت کے کیونکر روادار بن جاتے ہیں یا کسی انسان کے قتل کرنے کے لئے اس کا اپنا بھائی جو ایک ہی مادہ سے پیدا ہوا ہے۔ اور اسی کائنات کی پیداوار ہو کر اپنے ہم جنس بھائی کو ہلاک کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی۔ جبکہ ہم تاریخ سے پاتے ہیں کہ انسانیت کا خون پانی سے بھی زیادہ ارزاں بہتا رہا ہے۔ اور آج بھی اس انمول امانت کو مٹانے کے لئے لاکھوں ذرائع پیدا کئے جا رہے ہیں۔ تاکہ انسانیت کا خون پانی کی طرح بہتا رہے کیا اسی کا نام ارتقائے انسانیت ہے؟ کیا اسی کو ترقی کا معیار قرار دیا جا سکتا ہے کہ جو چیز اپنی مثال نہ رکھتی ہو اس کو مٹانے والے اس بات پر ناز کرتے ہیں کہ انسانیت کا معیار بلند ہو کر وہ اس قابل بن رہی ہے کہ خود تمام کائنات کی مالک بن سکے۔ میرے ناقص خیال میں یہ بھی ایک زندگی کا دوسرا اہم ترین راز بن چکا ہے جس کا جواب آنے والی زندگی دے سکتی ہے۔ اور اس وقت اسی خود غرض اور ظالم انسان کو معلوم ہو سکے گا کہ جو کچھ وہ کرتا رہا اس کا اندراج فطرت کرتی رہی۔ اور وہ اندراج ایسا صحیح تھا جو غلط نہیں ہو سکا۔ اور نہ ہی مٹ سکا۔ یقین جانئے ایک دوسری زندگی موجود ہے جس کے لئے میں اس وقت بحث کرنے پر تیار نہیں۔ کیونکہ یہ نزاعیں صدیوں سے نہیں بلکہ ہزاروں برسوں سے جاری ہیں جو ماننے والے نہیں وہ مان بھی نہیں سکتے اور جو جاننے والے ہیں وہ بھول بھی نہیں سکتے۔

یہ غور کا مقام ہے کہ جوں جوں دماغی بیداری اپنی منازل تیزی کے ساتھ طے کرتی جا رہی ہے اور اس تعجب نہیں ہے کہ وہ ایک ایسی بلندی کی طرف لپک رہی ہے کہ جس کی انتہا انسانی الوہیت اور تکمیل ارتقاء ہے اور مخلوقیت سے بڑھ کر خالقیت میں رونما ہونا ہے۔ اور یہی آخری مقام ہے۔ جہاں ارتقاء انسانی کو قیام ہے۔ میرے خیال میں یہ زاویہ نگاہ یا نصب العین غلط ہے کیونکہ ایسا ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔ اس لئے جو چیز لائی گئی ہے وہ اس کی مانند نہیں ہو سکتی جو لانے والی ہے اور لانیوالی چیز ہم سے پوشیدہ ہے اور جب تک یہ غیر مسلح آنکھ اس کو نہ دیکھے یہ کیونکر فیصلہ ہو سکتا ہے کہ لائی ہوئی چیز لانیوالی بن جائے گی۔ یعنی انسان خود ہی خالق بن سکتا ہے گویا مخلوق خالق نہیں بن سکتی۔

میرا یقین کامل ہے کہ فی الحقیقت ایک حقیقت موجود ہے جو آج سمجھ میں نہ آ سکے لیکن وہ وقت دور نہیں کہ جب یہ باغی انسان اپنے خالق کو دیکھ سکے گا۔ اور اپنی عاجزی بیکسی اور بے بسی کا احساس کرتے ہوئے تسلیم کرے گا۔ اور اپنی احمقانہ بلکہ طفلانہ حرکات پر نادم ہو گا۔ خواہ اسی کو معمہ کہئے۔ راز کہئے طلب والحاح کہئے۔ مسئلہ مختلف فیہ کہئے۔ حکماء کا ارتقاء کہئے۔ علماء کی قیل و قال کہئے۔ عاشقان اللہ کا ہجر و وصال کہئے قربانی اسمٰعیلؑ کہئے۔ آتشِ نمرود کہئے یا شہادت حسینؓ کہئے جس نام سے پکاریئے سب کا مدعا ایک ہے نام مختلف ہیں لیکن حقیقت ایک ہے۔ کیا یہی رازِ زندگی رہا۔ جس کو دنیا حل کرنے میں عاجز رہی اور اس کا بے نقاب کرنا مشکل یا غیر ممکن بن گیا۔ دوسرے گروہ نے اس کو خود تو پا لیا اور ان کو حقیقت کا مشاہدہ بھی ہو گیا۔ جس سے ان کی ذات مطمئن ہو گئی۔ اور ان کے دل و دماغ کو مکمل سکون حاصل ہو گیا۔ اور انہوں نے انسانیت یعنی بنی نوعِ آدم کے لئے ایسا پیغام چھوڑا کہ جس میں کسی طرح کا الجھاؤ نہیں تھا۔ بلکہ ایک سیدھا اور نہایت صاف اور سادہ پیغام تھا۔ انہوں نے کہا ہمارے جانشینو! اس بات کو فراموش نہ کرنا کہ حقیقت موجود ہے۔ اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ نام اس کے لاکھوں اور مختلف ہوں گے۔ لیکن مدعا اور منتہیٰ سب کے ایک ہوں گے۔ گویا حقیقت موجود ہے۔ جس راستے پر ہم چل رہے ہیں اور چلتے ہوئے اس دنیا کو چھوڑ رہے ہیں۔ یہی سیدھا راستہ ہے اس کو نہ چھوڑنا گو دوسرے بہت سے راستے موجود ہیں لیکن وہ سب اندھیرے اور نامکمل ہیں۔ گمراہی اور تباہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی شاہراہ سیدھی اور منزلِ مقصود تک پہنچانے والی ہے۔ اگر تم اس راہ پر چلتے رہے تو یاد رکھنا تم بھی ضرور مطمئن ہو جاؤ گے اور اس حقیقت واحد کی حقیقت کو پہچاننے لگ جاؤ گے۔ لیکن آنکھ سے نہیں دیکھ سکو گے۔ کیونکہ محدود چیز غیر محدود شئی کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ چشمِ بصارت سے نہیں بلکہ چشمِ بصیرت سے پا لو گے۔ یاد رکھنا اس حقیقت کے باغی نہ ہونا۔ وہ رب العالمین ہے اور احکم الحاکمین ہے۔ یعنی خالق حقیقی موجود ہے۔ اگر انسانی دماغ اس بے مثال اور غیر محدود ذات پاک کی شکل و صورت کا متحمل نہ ہو سکے تو فکر نہیں۔ کیونکہ ذاتِ مطلق ایک ایسی ذات ہے جو اشکال و امثال سے بلند پاک اور منزہ ہے۔ وحدہٗ لاشریک ہے زندہ و قائم ہے۔ اس کی زندگی اور قیام کی نوعیت دماغ انسانی کی سمجھ سے بالاتر ہے

یاد رکھنا — اس کا انکار اور اس سے بغاوت اولاد آدمؑ کے لئے باعث ذلت نامرادی اور ہلاکت ہو گی جو لوگ حقیقت کے طلبگار رہا کریں گے۔ اور ہمارے نقشِ قدم پر چل کر فطرت اللہ یعنی کائنات عالم کی حقیقتوں پر غور و خوض اور چھان بین کے بعد عامل رہیں گے۔ تو یقیناً حقیقت کا پتہ لگا لیں گے۔

دنیا کے انسانو!

یاد رکھئے وہ وقت بہت قریب آ چکا ہے۔ جب بھولا ہوا انسان اس پروردگارِ عالم کے بلاوے پر اس کے پیش ہونے والا ہے۔ اور یہ ایسی قوت حاصل کرنیوالا ہے۔ جبکہ وہ کل کائنات کے صانع کو دیکھ لینے کے لئے تیار ہو جائے گا اور اپنی اصلیت کو بھی پہچان لے گا۔ نبیوں نے بار بار اولادِ آدمؑ کو متنبہ کیا اور ان کے آخری الفاظ ہمیشہ یہی رہے کہ اگر انسانیت نے خالق کل سے بغاوت کی تو انسانیت خود ہلاکت میں مبتلا رہے گی اور حقیقت سے ہمیشہ دور ہوتی چلی جائے گی۔ ان کا آخری اعلان یہی تھا کہ آنے والا وقت بہت قریب ہے۔ جب کہ پروردگار عالم تمہارے سامنے ہو گا۔ اور تم اس کے سامنے مجرموں کی قطاروں میں کھڑے کئے جاؤ گے۔ کیونکہ تم ملاقات خدا سے منکر یوم تلاق سے غافل۔ اور اقلیم اللہ میں باغی اور سرکش تھے۔ حالانکہ تمہارا دعویٰ بظاہر تو یہی تھا کہ تم حقیقت کے متلاشی تھے۔ دراصل وہ تلاش حق نہیں تھی نہ حقیقت کی جستجو اور کاوش تھی۔ بلکہ تمہارے دماغ کے تصور میں صرف اپنے ہی لئے سب کچھ تھا اور حصولِ حق کیلئے کوئی گنجائش بھی نہ تھی۔ یہاں تک کہ تلاش حق کا مدعا ہی نہ تھا۔ سب کچھ اپنی بڑائی اور برتری کے لئے تھا۔ اور اسی کے مظاہرے کے لئے تھا۔ ہمیشہ سے ایسا ہوتا کہ جب انسانی دماغ کسی شئے کے کھوج یا دریافت میں منہمک ہو جاتا ہے تو وہ ایسے طریقوں سے حاصل کرنا چاہتا ہے ص

۴ یعنی دیکھنے اور محسوس کرنے سے اگر دونوں میں سے اس کو ایک بھی حاصل نہ ہو سکے تو وہ انکار کر دیتا ہے اور انکار بھی ایسا ہوا کرتا ہے کہ لڑنے اور قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور یہی مصیبت ابتدا سے چلی آئی ہے آج تک جاری ہے۔

خزانہ غیب

از جناب محمد اکبر مالک کتب خانہ اکبریہ سانگھڑ (سندھ)

عرصہ دنوں سے دل کی یہ تمنا تھی کہ میں بھی قارئین کی خدمت میں کوئی مضمون پیش کروں۔ یہ تمنا اس لئے پیدا ہوئی۔ کہ جس شہر میں مقیم ہوں۔ یہاں پر دو بزرگ بھی قیام فرما ہیں جن کا قبلہ و مرشد حضرت مولینا احمد علی صاحب سے خصوصی تعلق ہے۔ ہم جماعت ہونے کی وجہ سے حضرت صاحب بھی ان ہر دو بزرگوں سے محبت کرتے ہیں۔ آپ جب کبھی سندھ کے دورے پر تشریف لاتے ہیں۔ تو ان بزرگوں کو بھی مل کر جاتے ہیں۔ ان بزرگوں کا ذکر حضرت صاحب اکثر مجلس ذکر میں فرمایا کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو خدام الدین شمارہ نمبر ۱۳) ایک بزرگ تو حیدر آباد یونیورسٹی میں تعلیم دے رہے ہیں ان کا نام نامی مولینا محمد عبد اللہ ہے۔ اور لغاری بلوچ ہیں۔ دوسرے بزرگ گوشہ نشین ہیں جنکا اسم گرامی مولینا عبد القادر ہے۔ اور ذات لغاری بلوچ سے تعلق ہے ان دوسرے صاحب سے کبھی کبھی میری ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ جب کبھی ان سے میری ملاقات ہوتی تو میں مضمون کا مطالبہ کرتا۔ لیکن آپ خاموش رہتے۔ مورخہ ۶/۵ ۲ کو میں صبح آٹھ بجے جناب مولینا عبد القادر صاحب کے مکان پر ملنے کے لئے گیا۔ تو معلوم ہوا کہ آپ ابھی ابھی حیدر آباد سے تشریف لائے ہیں۔ اور تقریباً چار گھنٹے کے بعد واپس حیدر آباد ہی تشریف لے جائیں گے۔ میں اندر گیا اور السلام علیکم کہہ کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ لاہور سے کوئی خط تو نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ ابھی نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا عنقریب آئیگا۔ پھر بیس منٹ میں وہاں رہا اور اجازت لے کر اپنی دوکان پر واپس ہوا۔ دوکان پر آتے ہوئے کوئی نصف گھنٹہ ہوا ہوگا۔ کہ اچانک جناب مولینا محمد عبد اللہ صاحب لغاری میرے پاس خود تشریف لے آئے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ آپ میرے پاس دو گھنٹے تک تشریف فرما رہے۔ اور کچھ حال ارشاد فرماتے رہے۔ جو کچھ آپ فرما رہے تھے۔ میں غور سے سن رہا تھا۔ کہیں سے کچھ بات سمجھ نہ آتی تو پوچھ لیتا تھا۔ گو پوچھنے میں وقت ضائع ہوتا تھا۔ لیکن مجھے اس بات کا خیال تھا۔ کہ کہیں مضمون میں غلطی نہ ہو جائے۔ وقت اس لئے ضائع ہوتا تھا۔ کہ آپ ذرا اونچا سنتے ہیں اس لئے آپ کے سننے میں اور میرے سمجھنے میں دیر ہو جاتی۔ میں جو چیز دوبارہ پوچھتا آپ اچھی طرح وہ مجھے ذہن نشین کرا دیتے میرے اور آپ کے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ وہ ذیل میں ہدیہ قارئین کی جاتی ہے۔

جب آپ دوکان پر تشریف لائے۔ تو میں نے وعدہ یاد دلایا۔ آپ نے سلسلہ کلام یوں شروع فرمایا۔ کہ بھائی مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ خزانہ تو تمہارے سینہ میں ہی ہے۔ جس کو تم خرچ نہیں کرتے۔ قیامت کے دن جب اللہ تعالےٰ سب کے سینے کھول کر دکھائے گا۔ کہ دیکھو۔ ہم نے تمہارے سینے میں ہر قسم کا خزانہ رکھا تھا۔ جس کو تم نے خود بھی استعمال نہیں کیا۔ پھر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس دن تم پچھتاؤ گے۔ کہ ہائے ہم کو خبر نہ ہوئی۔ کہ خزانہ تو ہمارے گھر میں تھا۔ اور ہم کہیں اور ڈھونڈتے رہے اس کے بعد آپ نے بخارا شہر کے ایک نوجوان کا واقعہ سنایا۔ کہ وہ نوجوان ہر وقت دعا مانگا کرتا تھا۔ کہ مجھے کہیں سے بہت بڑا خزانہ مل جائے۔ مدتوں یہی دعا مانگتا رہا۔ آخر ایک دن اس کو خواب میں اشارہ ہوا۔ کہ مصر کے کوچے کے ساتھ ایک گلی ہے۔ جس میں پہلے دو تین مکان چھوڑ کر ایک مکان ٹوٹا ہوا پڑا ہے جس کی بائیں جانب ایک کونے میں خزانہ دبا ہوا پڑا ہے۔ وہاں سے لے لو۔ یہ نوجوان صبح اٹھتے ہی مصر کی طرف روانہ ہوا۔ جب رات ہوئی۔ تو اس مکان پر پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ وہاں ایک پہرہ دار گھوم رہا ہے۔ یہ واپس آجاتا ہے پھر دوسرے دن جاتا ہے۔ جونہی یہ وہاں پہنچے۔ پہرے دار بھی آموجود ہو۔ پہرہ دار پوچھتا کون ہے۔ کیسے آیا ہے۔ یہ کہہ دے پیشاب کرنے آیا تھا۔ یا کوئی اور بہانہ بنا دے۔ دو سال اسی طرح گذر گئے۔ ایک دن خوب بارش ہوئی۔ آسمان پر بادل ہونے کی وجہ سے اندھیرا اتنا تھا۔ کہ ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ اسنے سوچا چلو آج بہت اچھا موقعہ ہے۔ اور یہ اوزار لے کر وہاں پہنچا۔ اور کھودنا شروع کیا ابھی آدھ فٹ ہی کھودنہ پایا تھا۔ کہ اوپر سے پہرے دار آنکلا اس نے اس کو پکڑ لیا۔ کہ کیا چوری کرتے ہو۔ میں تم کو پولیس کے حوالے کروں گا۔ اس نے بہت منت سماجت کی کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں تو ویسے ہی آیا تھا۔ پہرے دار نے کہا کہ ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک اصل واقع نہیں بتاؤ گے۔ کہ یہاں کیا ہے جو تم دو سال سے اس کی کوشش میں لگے ہوئے ہو۔ جب وہ نوجوان مجبور ہوگیا تو اس نے تمام واقعہ کہہ سنایا۔ تو پہرے دار نے کہا۔ اب تم کامیاب ہو۔ دیکھو یہاں خزانہ وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ میں تم کو بتاتا ہوں۔ تمہارے شہر میں اسی طرح کا کوچہ ہے۔ نوجوان بولا ہاں۔ پھر پہرے دار نے کہا کہ اس طرح گلی میں دو تین مکان چھوڑ کر فلاں مکان خستہ حالت میں پڑا ہے۔ نوجوان نے کہا۔ ہاں وہ تو میرا ہی مکان ہے۔ تو پہرے دار نے کہا۔ بس وہاں ہی خزانہ گڑھا ہوا ہے۔ جا کر لے لو۔ نوجوان واپس آیا۔ اور اپنے مکان کو کھودا تو وہاں بہت بڑا خزانہ پایا۔ پھر مولینا محمد عبد اللہ صاحب نے فرمایا۔ دیکھا۔ اس نے اپنے گھر بھی نہیں کھودا اور دوسری جگہ ڈھونڈتا پھرا۔ بعینہ اسی طرح ہر شخص اپنے دل کو کھودے تو بڑے سے بڑا خزانہ حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن لوگوں کی نظریں تو دنیا کے خزانوں پہ لگی ہوئی ہیں۔ ہر ایک دوسرے کی جیب کاٹنے کو پھرتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے مصنف مثنوی جلال الدین کا واقعہ ارشاد فرمایا۔ کہ وہ شہر بخارا میں رہا کرتے تھے۔ بڑے عالم تھے۔ وہاں آن کی مالی حالت بھی اچھی تھی۔ وہاں کے بادشاہ سے کچھ ایسی بات ہوگئی۔ کہ آپ کو وہاں سے ہجرت کرنی پڑی۔ وہاں سے نکلے کچھ ہی عرصہ گذرا تھا۔ کہ بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ آپ واپس تشریف لے آئیں۔ لیکن انہوں نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ گو اس وقت آپ کی مالی حالت کمزور ہو چکی تھی۔ لیکن آپ نے واپس بخارا میں رہنے کو پسند نہیں فرمایا۔ یہ وقت ایسا تھا کہ آپ کی گذر اوقات بڑی مشکل سے ہو رہی تھی۔ اچانک ایک دن شمس تبریز وہاں ان کے پاس بڑی ٹھاٹھ سے تشریف لائے اور جلال دین رومی سے ان کے حالات پوچھے۔ کہ کیسے گذر ہو رہی ہے فرمانے لگے۔ صاحب اس وقت بہت حالت خراب ہے۔ کئی کئی دن فاقہ کرنا پڑتا ہے۔ تو شمس تبریز نے ارشاد فرمایا۔ کہ نوکری دلا دوں۔ ان کی رضا مندی پر آپ آن کو ساتھ لے گئے۔ وہاں جا کر ان کو شہر کا قاضی مقرر کر دیا۔ اور یہ مزے سے اپنا وقت گزارنے لگے کچھ عرصہ گزرنے کے بعد آپ دنیا کے ہر قسم کے تفکرات سے گھر گئے۔ اور دل تنگ ہو گیا۔ تو آپ نے دعا کی۔ کہ باری تعالیٰ مجھے ان مصیبتوں سے نکال پھر کیا تھا۔ کہ دعا قبول ہوگئی۔ ایک دن آپ بچوں کو تعلیم دے رہے تھے۔ اور سامنے اپنی تمام کتب جمع کر رکھی تھیں۔ کہ شمس تبریز پھر وہاں بھی گئے۔ اور ایسی حالت میں پہنچے۔ کہ بدن پر سوائے لنگوٹی کے اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ گویا فقیر تھا اور واقعی ہوا بھی ایسا جلال الدین رومی نے آن کو بالکل نہیں پہچانا۔ آپ آتے ہی لڑکوں میں بیٹھ گئے۔ اور کتابوں کی طرف اشارہ کرکے فرمانے لگے۔ (این چیست) (ترجمہ یہ کیا ہے) تو جلال الدین رومی نے کہا (این کتاب ہائے قصہ جات است) ترجمہ یہ قصہ جات کی کتابیں ہیں۔ (شما نمی دانید) ترجمہ۔ آپ نہیں جانتے۔ اتنا سننا تھا۔ کہ شمس تبریز کو غصہ آگیا۔ اور وہ کتابیں پکڑ کر ساتھ ہی ایک تالاب میں پھینک دیں۔ جونہی کتابیں تالاب میں پڑیں انہوں نے اٹھ کر ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ سارا تالاب

چھان مارا۔ مگر وہ کتابیں نہ ملیں۔ آخر مجبور ہو کر باہر نکلے اور افسوس کے ساتھ فرمانے لگے۔ فقیر یہ تم نے کیا کیا۔ یہ کتابیں تو بہت کمال کی تھیں جن کا ملنا اب مشکل ہے تو شمس تبریزؒ نے فرمایا۔ اور لکھ لو۔ تو آپ فرمانے لگے کہ اب یہ نہیں لکھی جا سکتیں۔ تو تبریزیؒ نے فرمایا کہ اچھا یہ بہت اچھی اور کام کی کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو شمس تبریزیؒ نے تالاب میں ہاتھ ڈالا۔ اور ایسی حالت میں کتابیں نکالیں۔ کہ پانی کی ایک بوند بھی ان کو نہ لگی تھی۔ یہ دیکھ کر جلال الدین رومیؒ حیران رہ گئے۔ اور فرمانے لگے۔ فقیر (این چیست) تو شمس تبریزؒ نے فرمایا۔ (این حال است) (تو نمی دانی) اب تو انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا اور فقیر بن گئے۔ یہ واقعہ ارشاد فرمانے کے بعد مولوی صاحب محمد عبد اللہ فرمانے لگے۔ کہ لوگوں کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ جلال الدین رومیؒ کا ہوا۔ کہ وہ تو دنیا کے دھندوں سے تنگ آگئے تھے اور لوگ دنیا اکٹھی کرنے میں لگے ہوئے ہیں جو کام کرتے ہیں الٹ کرتے ہیں۔ جیسا کہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ کے ساتھ کیا کہ ان کو تو ایک کوٹھری میں بند کر کے تالا لگا دیا تھا۔ اور ان کے گدھے کو باہر باندھ کر خوب چارہ کھلاتے تھے بعینہ اسی طرح لوگ نفس گدھے کو تو خوب اچھی اچھی غذائیں کھلاتے ہیں اور گدھے کو موٹا کرتے ہیں۔ اور روح کو تالا لگا کر دوسری جگہ خزانے ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ خزانے تو سب انسان کے سینے میں ہیں۔ اگر انسان استعمال کرے۔ انسان کا جسم دنیا کی مانند ہے۔ مثلاً انسان کھاتا تو ایک منہ سے ہے۔ جب اندر لقمہ چلا جاتا ہے تو ہر عضو اپنا اپنا حصہ بانٹ لیتا ہے۔ اور جتنی جسم میں چیزیں ملی ہیں گن لو۔ کہ دنیا کے برابر ہوتی ہیں یا نہیں۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ کہ سب خزانوں کا بیج انسان کے سینے میں ہے۔ جتنا ذکر کا پانی دو گے اتنا ہی وہ خزانہ بڑھتا رہیگا۔ بس اتنا فرمانے کے بعد آپ نے پانی مانگا۔ میں شربت بنا کر لایا۔ تو شربت لال رنگ دیکھ کر فرمانے لگے۔ یہ کیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ حضرت یہ شربت گلاب ہے۔ آپ نے فرمایا میں سمجھا کہیں زہر تو نہیں ملا لائے کہ یہ بڈھا مر جائے۔ میں نے کہا نہیں حضرت ایسا نہیں۔ پھر آپ نے شربت نوش فرمایا۔ اور تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئے اس کے بعد جو چیزیں آپ نے ارشاد فرمائیں۔ وہ انشاء اللہ آئندہ شمارے میں قارئین کی خدمت میں پیش کر دی جائیں گی

(باقی آئندہ)

(کالم ۳ سے آگے)

سوال ۲ کیا مذہب اسلام ظلم اور تشدد کی اجازت دیتا ہے۔

جواب ۲ مذہب اسلام کبھی ظلم کی اجازت نہیں دیتا۔

بقیہ خطبہ

(صفحہ ۵ سے آگے)

برادرانِ اسلام

صحابہ کرام کو روزانہ جہری نمازوں میں قرآن مجید کی جو تعلیم دی جاتی تھی جس سے اس قدر خوف خدا پیدا ہوتا تھا کہ مجرم آخرۃ کی سزا سے بچنے کے لئے اپنی جان دینے کے لئے خود حاضر ہو جاتا ہے۔ اور باصرار اپنے آپ کو سزائے موت دلواتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اپنی تعلیم کے نتائج بھی سن لیجئے

منقول از روزنامہ نوائے پاکستان ۲ر فروری ۱۹۵۵ء

ساٹھ فیصدی طوائفوں کی روزی کا دار و مدار طلباء پر ہے پولیس کے اعلیٰ حکام کے سامنے رپورٹ پیش کر دی گئی۔

سٹاف رپورٹر

لاہور۔ ۱۸ر فروری ۱۹۵۵ء معلوم ہوا ہے کہ لاہور کے بدنام ترین محلہ ہیرا منڈی کا جائزہ لینے گئے تھے اعلیٰ پولیس حکام نے جو پولیس افسر تعینات کئے تھے انہوں نے ایک رپورٹ مرتب کر کے اعلیٰ حکام کے سپرد کر دی ہے مزید معلوم ہوا ہے کہ رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ ہیرا منڈی میں لاہور کے کالجوں اور سکولوں کے ساٹھ فیصدی طلباء سرِ بعد شام پیش ہوتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

لڑکیوں کی تعلیم کا حال بھی سن لیجئے

منقول از ہفت روزہ قندیل ۵ر مئی ۱۹۵۵ء

از میمونہ کار شار

سکولوں کا ماحول سادگی کی فضا میں صحت مند اثرات پیدا کرتا ہے لیکن آج جن نئے حالات نے جنم لینے کا آغاز کیا ہے۔ وہ اگر ان پوری قوم کی بچیوں کو تباہی و بربادی سے ہمکنار کر دینگے آج کسی سکول کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ دیکھئے خواہ چھوٹی بچیوں کا پرائمری سکول ہو یا جوان لڑکیوں کا ہائی سکول اور کالج وہاں رنگا رنگ کپڑوں، سرخی پوڈر کی خوشبوؤں، سنٹوں اور کریموں کی مہک اور زیورات کی نمائش کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ وہاں پڑھائی، نیکی اور شرافت کو ایسے ترازو سے تولا جاتا ہے جو بنیادی طور سے زیادہ دلکشی کا سامان لئے ہوتے ہیں۔ یہاں بہت کم ایسی لڑکیاں دکھائی دیں گی جنہیں کتابوں سے محبت ہو۔ جن کے ذہنوں میں باپ کی خون پسینہ ایک کر کے حاصل کی ہوئی کمائی کا احساس ہو۔ جو یہ سمجھتی ہوں کہ ایک شریف بیٹی کی زندگی ماں باپ اور خاندان کی عزت و ناموس کا سہارا ہے اور یہ شرافت صرف سادگی سے پیدا ہو سکتی ہے میں کہتی ہوں۔ کون یہ کہہ سکتا ہے کہ چمکتے ہوئے شوخ رنگوں کی کانٹ چھانٹ سے نیم عریاں بنتے ہوئے ملبوسات۔ لبوں کی سرخی۔ سنٹوں کی مہک اور ننگی باہوں پر کھنکتی ہوئی چوڑیوں کی نمائش جنسی کشش کا سبب نہیں بنتی؟ اسلام نے وقت کے کسی حصہ میں اپنی بیٹیوں کو ایسی بے حیائی کا سبق دیا ہے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار

آخری درخواست

برادرانِ اسلام! اگر آپ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کا ایمان بچانا چاہتے ہو۔ تو گھر میں یا اپنی حکومت پر زور دو کہ تباہی اور بربادی کے راستوں کو بند کرے اور سکولوں اور کالجوں میں لڑکیوں اور لڑکوں کو قرآن مجید کی تعلیم لازمی طور پر دے۔ اور قرآن مجید کی تعلیم دینے والے نیک اور شریف اساتذہ ہوں۔ ایسے نہ ہوں جن کے دل میں خود اسلام کا احترام ہی نہ ہو۔ وما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط المستقیم

بقیہ اسلام غیر مسلموں کی نظر میں (صفحہ ۷ سے آگے)

عیسائی ضلالت و غوایت کی خندق میں

کوئی چیز عیسائیانِ روم کو اس ضلالت و غوایت کی خندق سے جس میں وہ گرے پڑے تھے نہیں نکال سکتی تھی۔ بجز اس آواز کے جو سرزمین عرب میں غار حرا سے آئی۔ اعلاء کلمۃ اللہ جس سے یونانی انکار کرتے تھے۔ اسی آواز نے نمایاں کیا گیا۔ اور ایسے عملی پیرایہ میں کیا جس سے بہتر ممکن نہ تھا۔ اور ایسا سیدھا سادہ اور پاک و صاف مذہب دنیا کو سکھایا۔ جس میں بقول فاضل محقق گاڈفری ھگنس نہ پاک پانی ہے۔ نہ تبرک نہ صورت، نہ تقریر نہ سینٹ اور نہ خدا کی ماں سے اس پر داغ لگتا ہے۔ اور نہ ایسے مسائل اس میں ہیں۔ کہ ایمان بدوں عمل کے مدفہم ہو۔ اور نزع کے وقت کی توبہ کام آئے۔ اور فائت درجہ کی عنایات مغفرت اور خفیہ اقرار کارآمد ہوں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ اس دین کے پیروؤں کو بگاڑ دیں۔ اور مقتدوں کے حوالہ کر دیں۔ جو فی الحقیقت ان مسائل سے بھی بدتر اور ناچیز بات ہے۔

سوالات کے مزید جوابات

ایک متعصب ہندو نے اپنے عقلمند پنڈت مسمی ہرپرام صاحب سے مندرجہ ذیل سوالات کئے۔ جو معہ جوابات اخبار نئی دنیا (روزانہ) کلکتہ مورخہ ۸ر نومبر ۱۹۲۳ء میں یوں درج ہیں۔

سوال ۱ کیا مذہب اسلام کی تقریباً تمام ہدایات عملی آسائش بخش اور منافع خلائق ہیں۔

جواب ۱ اسلام کی تمام ہدایات عملی ہیں۔ اور وہ بغرض رفاہ عام ہیں۔ جو ہدایات ظالمانہ ہوتی ہیں۔ ان کے سمجھنے میں غلطی ہے اور ممکن ہے۔ اس وجہ سے کسی کے عمل میں بھی غلطی ہوتی ہو۔ ورنہ وہ ایسے ہیں۔ جیسے جراحی کا کام جس کی نیت کی نسبت الزام نہیں لگایا جا سکتا ہے۔

مراۃ الاسلام

از جناب سید مشتاق حسین صاحب بخاری

حضرت زینب بنت جحش رضؓ

(۲)

اس عقد کے بعد دعوت ولیمہ ہوئی جو عجیب شان رکھتی تھی۔ اور اس کے بعد قرآن میں کچھ احکام آئے جن کی محرک یہی دعوت ولیمہ ہوئی۔ دعوت کے لئے بکری ذبح کی گئی۔ اور گوشت روٹی کا انتظام ہوا۔ انصار میں سے حضرت ام سلیمؓ نے جو حضرت انسؓ کی خالہ تھیں مالیدہ بھیجا۔ جب سب چیزیں جمع ہو گئیں تو حضورؐ نے حضرت انسؓ کو لوگوں کے بلانے کے لئے بھیجا۔ ۳۰۰ آدمی شریک دعوت ہوئے۔ کھانے کے وقت حضورؐ نے دس دس آدمیوں کی ٹولیاں کر دی تھیں۔ وہ اس لئے کہ ازواج مطہرات کے حجرے اتنے کشادہ نہ تھے کہ ان میں زیادہ آدمی سما سکتے۔ لوگ باری باری آتے اور کھانا کھا کر واپس چلے جاتے تھے۔

اس دعوت میں جو لوگ مدعو تھے۔ اُن میں سے بعض کھانا کھا کر باتیں کرنے لگے۔ اور اس بات کی پروا نہ کی کہ زیادہ دیر بلا وجہ بیٹھنے سے حضورؐ کو تکلیف ہوگی۔ ادھر حضورؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرط مروّت سے خاموش تھے۔ لیکن اضطرابی حالت میں بار بار اندر جاتے اور باہر تشریف لاتے تھے۔ وہیں قریب ہی حضرت زینبؓ دیوار کی طرف منہ کرکے بیٹھی ہوئی تھیں۔ کچھ لوگ تو حضورؐ کی آمد و رفت کا مطلب سمجھ گئے۔ اس لئے وہ اُٹھ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کی اطلاع حضرت انسؓ نے حضور کو دی۔ آپ اس وقت کسی دوسری زوجہ کے حجرہ میں تھے۔ حضرت انسؓ کی آواز پر تشریف لائے تو آپ پر حالت وحی طاری ہوئی۔ بعد میں آپ نے قرآن کا یہ حکم سنایا

یاایہا الذین امنوا لاتدخلوا

...... الخ (سورہ الاحزاب رکوع ۷ پ ۲۲)

(ترجمہ: — اے ایمان والو! نبی کے گھروں پر مت جایا کرو۔ ماسوائے اس وقت کے جب تمہیں کھانے کیلئے اجازت دی جائے ایسے طور پر تم اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو۔ لیکن جب تم کو بلایا جائے تب جایا کرو۔ پھر جب کھانا کھا چکو تو اُٹھ کر چلے جایا کرو۔ اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو۔ اس بات سے نبی کو ناگواری پیدا ہوتی ہے۔ سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے نہیں لحاظ کرتا ہے۔ اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر مانگو۔")

ان آیات کے نزول کے بعد حضورؐ کے دروازہ پر پردہ لٹکا دیا گیا۔ اور لوگوں کو گھروں کے اندر جانے کی ممانعت ہوگئی۔ یہ ۵ھ (ذوالقعدہ) کا واقعہ ہے۔

مختصراً حضرت زینبؓ کے نکاح کی خصوصیات یہ ہیں: —

(ا) اس نکاح سے رسم جاہلیت مٹ گئی۔ اور متبنّٰی کے جائز اولاد کی طرح حقوق مقرر نہ ہوئے۔ اس لئے اسلام میں دوسرے مذاہب کی طرح ADOPTION کا رواج نہ ہوا۔

(ب) مساوات اسلامی کی اس سے بہترین مثال شاید کہیں نہ مل سکے کہ نجیب الطرفین ہاشمی النسل خاتون اور پیغمبر آخرالزمانؐ کی ہمشیرہ ایک غلام کے عقد میں دیدی جائے۔ اور ہمیشہ کے لئے آقا و غلام کی تمیز اٹھ جائے۔

(ج) نکاح کے لئے وحی الٰہی آئے۔ دوسرے ازواج کے ولی تو اُن کے والدین یا دوسرے اقارب ہوں۔ لیکن حضرت زینب بنت جحشؓ کے والی خود رب العزّت ہوں۔

(د) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد مبارک میں ولیمہ کا تکلف ہو۔

(س) نکاح کے اختتام پر قرآن پاک میں احکام پردہ آئیں۔

انہی وجوہ کی بنا پر حضرت زینبؓ حضرت عائشہؓ کی ہمسری کا دعویٰ رکھتی تھیں۔ خود حضرت عائشہؓ کا ایک قول ہے کہ "ازواج میں سے وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں میرا مقابلہ کرتی تھیں۔"

حضور کو بھی ان کی خاطرداری منظور رہتی تھی

صحیح مسلم (فضل عائشہ) کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ دیگر ازواج کی حضرت عائشہؓ سے کچھ بات چل نکلی۔ حضورؐ کے پاس معاملہ پیش ہونا تھا۔ سفارت کے لئے جگر پارۂ رسول حضرت خاتون جنت کا انتخاب ہوا مگر وہ ناکام واپس آئیں۔ اب معاملہ حضرت زینبؓ کے سپرد ہوا۔ کیونکہ اس خدمت کے لئے وہ بہترین اور موزوں تھیں۔ انہوں نے کمال دلیری سے اس کام کو نباہا اور بڑے زور کے ساتھ ثابت کرنا چاہا کہ حضرت عائشہؓ اس مرتبہ کی مستحق نہیں۔ (ادھر حضرت عائشہؓ چپ چاپ سن رہی تھیں۔ اور آپؐ کے رُخ انور کی طرف دیکھتی جاتی تھیں۔ اور حضرت زینبؓ کی تقریر ختم ہوئی تو منشائے مقدس پاکر کھڑی ہوئیں۔ اور اس جذبہ کے ساتھ تقریر کی کہ جناب زینبؓ لاجواب ہو گئیں) حضور نے فرمایا "کیوں نہ ہو ابوبکر (صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کی بیٹی ہے۔"

حلیہ مبارک کتب سیرت میں ہے کہ حضرت زینبؓ کوتاہ قامت، لیکن خوبصورت اور موزوں اندام تھیں۔

اخلاق عالیہ حضرت ام سلمہؓ کا قول ہے "حضرت زینب نیک خو، روزہ دار اور نماز گذار تھیں۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: —

"میں نے کوئی عورت زینبؓ سے زیادہ دیندار۔ زیادہ پرہیزگار زیادہ راست گفتار۔ زیادہ فیاض، سخی مخیر اور رضائے الٰہی میں زیادہ کرمجوش نہیں دیکھی۔ فقط ذرا مزاج میں تیزی تھی۔ اس پر بھی ان کو بہت جلد ندامت ہو جایا کرتی تھی۔"

یوں تو تمام ازواج مطہرات کا اخلاق نہایت عالی تھا۔ وہ محتاج ستائش نہیں ہیں۔ لیکن جیسا کہ گزشتہ بیانات میں آچکا ہے کہ ان کے درمیان بھی گاہے گاہے چشمکیں ہو جایا کرتی تھیں پھر حق و راستبازی میں ان کا وہ مقام ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مثلاً جب حضرت زینبؓ سے حضرت عائشہؓ کے واقعہ افک میں رائے لی گئی تو وہ فرمانے لگیں "کہ مجھ کو عائشہؓ کی بھلائی کے سوا کسی چیز کا علم نہیں۔" حالانکہ ان کی ایک بہن حمنہ بنت جحش خواہ مخواہ اس اتہام میں شریک تھیں۔ حضرت عائشہؓ اس صدق و اعلان حق کی معترف تھیں۔ نہایت درجہ کی عبادت گذار تھیں۔ ایک مرتبہ جب حضورؐ مہاجرین میں کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے۔ یہ اس معاملہ میں بول اٹھیں حضرت عمرؓ نے منع کیا۔ حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے

کہا کہ اس سے درگذر کرو یہ خاشع و متفرع ہیں۔

آپ نہایت فیاض اور قانع تھیں۔ اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے کماتیں اور اللہ کی راہ پر لٹا دیتی تھیں۔ حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں :- کہ

"جب حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو مدینہ کے غربا میں کھلبلی مچ گئی - اور وہ گھبرا گئے - ایک دفعہ جب خلافت فاروقی میں ان کا سالانہ نفقہ آیا - تو انہوں نے اس پر کپڑا ڈال دیا اور ایک شخص سے کہا کہ میرے خاندانی رشتہ داروں (از راہ صلہ رحمی) اور یتیموں میں بانٹ دو۔ بعد میں ۸۵ درہم اس شخص کے حصہ میں آئے - جب مال تقسیم ہو چکا تو حضرت زینبؓ نے دعا کی - اے اللہ اس کے بعد عمرؓ کے عطیہ سے فائدہ نہ اٹھاؤں۔ دعا قبول ہوئی اور اسی سال ان کا انتقال ہو گیا -

فضل و کمال روایتیں بہت کم کرتی تھیں کتب حدیث میں ان سے صرف ۱۱ حدیثیں ملتی ہیں -

وفات حضرت زینبؓ کی فیاضی کی وجہ سے ان کو وفات کی پہلے ہی سے اطلاع مل چکی تھی - یہ غالباً حضرت سودہؓ کے واقعہ میں مذکور ہو چکا ہے - کہ حضورؐ نے ایک دفعہ ازواج سے فرمایا - کہ تم میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا - ظاہری معنی یہ سمجھے گئے کہ ہاتھ کی فی الحقیقت لمبائی مراد ہے - چنانچہ ہاتھوں میں لمبائی سب سے زیادہ حضرت سودہؓ کی نکلی - لیکن یہ لفظی راز اس وقت کھلا جب حضرت زینبؓ کا انتقال حضورؐ کے بعد سب ازواج سے پہلے ہوا -

کفن خود ہی تیار کیا ہوا تھا - تاہم وصیت تھی کہ اگر حضرت عمرؓ کفن دیں تو صدقہ کر دینا چنانچہ ایسا ہی ہوا - نماز جنازہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور فرمایا قبر میں وہ داخل ہو جو ان کے گھر میں داخل ہو سکتا تھا - چنانچہ اسامہ بن زیدؓ - محمد بن عبداللہ بن جحشؓ وغیرہ قبر میں اترے اور جنت البقیع میں سپرد خاک کیا -

آپ کا انتقال ۲۰ ہجری میں ہوا - اور ۵۳ برس کی عمر پائی - اس حساب کے مطابق آپ کا عقد ۳۸ برس کی عمر میں ہوا ہوگا - آپ نے مال متروکہ میں ایک مکان چھوڑا - جس کو خلیفہ ولید بن مالک نے پچاس ہزار درہم میں خرید لیا - اور بعد میں مسجد نبوی میں شامل کر دیا گیا ۔

اِمثالِ نبوّت

ازمولانا آزاد سرحدی فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے اونٹ چرانے والے بدوؤں کو الٰہیات کے مسائل سمجھانے کے لئے بسا اوقات اِمثال سے کام لیا ہے ایک بادیہ نشین قوم کے افراد کو یہ بات سمجھانا کس قدر مشکل ہے۔ "کہ جب انسان اپنے اعمال شنیعہ سے توبہ کر کے اپنی زندگی کو خدا کے بنائے ہوئے قانون اور ضابطہ کے مطابق ڈھال لیتا ہے" تو خدا تعالیٰ کو کس قدر خوشی ہوتی ہے" لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کو یہ بات سمجھانے کے لئے جو پیرائیہ بیان اختیار فرمایا۔ وہ عربوں کی ذہنی ساخت سے ہم آہنگ تھا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ایک شخص لق و دق صحرا میں اونٹ پر سفر کر رہا ہو۔ اس کا زاد سفر بھی اونٹ پر ہو" اور وہ آدمی ذرا ستانے کے لیے ایک سایہ دار درخت کے نیچے سو جائے" اور جب اس کی آنکھ کھلے" تو وہ دیکھے کہ اس کا اونٹ غائب ہے تو اس کی کیا حالت ہوگی؟" عربوں کو ایسے شخص کی حالت کو سمجھنا مشکل نہ تھا" کیونکہ وہ اونٹوں پر زاد سفر لاد کر ریگستانوں میں سفر کرنے کے عادی تھے" اور انہیں معلوم تھا کہ لق و دق صحرا کی طویل مسافت طے کرنے کے لئے پانی اور غذا کا ہونا ضروری ہے۔ صحرا میں بغیر آب و گیاہ کے چلنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضور سرور کائنات کے جواب میں کہا یا رسول اللہ" اونٹ گم کر دینے کا تو مطلب یہ ہے کہ گویا اس شخص نے زندگی گم کر دی۔ اب صحرا میں وہ کب زندہ

رہ سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کا جواب سننے کے بعد فرمایا۔ پھر یہ شخص اونٹ کی تلاش میں نکلا۔ ریت کے ٹیلوں میں ادھر ادھر بھٹکتا پھرا۔ لیکن ریت کے ٹیلوں میں اسے تھکن اور بھوک پیاس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور مایوس ہو کر اس درخت کے نیچے آگیا جہاں سے اس نے تلاش کا آغاز کیا تھا۔ تو اس کی مایوسی کا کیا عالم ہوگا۔ عرب ایک زبان ہو کر بولے۔ کہ حضور ایسی شخص کی مایوسی کا اندازہ لگانا محال ہے۔ اسے اگر زندگی کی تھوڑی بہت امید بھی تھی۔ وہ ختم ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تھکن اور مایوسی کے عالم میں اسے نیند آجائے۔ اور جب وہ سونے کے بعد بیدار ہو تو اچانک وہ دیکھے۔ کہ اس کے سر کے قریب وہ اونٹ کھڑا ہے۔ جس کی تلاش سے مایوس ہو کر وہ موت کا انتظار کرنے لگا تھا۔ تو اس کو کس قدر مسرت ہوگی۔ عربوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ایسے آدمی کی مسرت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص کو اونٹ ملنے سے جو مسرت ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ کو اس وقت اس شخص سے کہیں زیادہ مسرت ہوتی ہے۔ جب انسان اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کر کے اپنی زندگی کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بسر کرنے کا عہد کر لیتا ہے۔ نبوت کی یہ تمثیل سننے کے بعد عربوں کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔

اور ان کے چہروں کی تابانی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اپنی زندگیوں کو پاکیزہ بنانے کا عہد کر چکے ہیں۔

بچوں کا صفحہ

ہمارے بزرگوں کی نماز

از مشتاق حسین صاحب بخاری

پیارے بچو! گذشتہ اشاعت میں تم طریق نماز سے واقف ہو چکے ہو ویسے ہم امید کرتے ہیں کہ تم پہلے ہی سے نماز باقاعدہ باجماعت ادا کرتے ہو گے۔ اگر خدا نخواستہ ایسا نہیں کرتے تو عزیزو! یاد رکھو صرف نماز ہی کی وجہ سے ہم مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں ورنہ بے نمازی نام کے مسلمان کس کام کے؟ اس اشاعت میں ہم تمہیں ایسے واقعات سناتے ہیں جن سے تمہیں نماز کی صحیح قدر و قیمت معلوم ہو گی +

حضورؐ کی نماز

ہمارے محبوب نبیؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نماز اتنی مرغوب و محبوب تھی۔ کہ حضرت عائشہ رضؓ بیان فرماتی ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضورؐ گھر تشریف لائے۔ تھوڑی دیر کے بعد فوراً یہ کہہ کر اُٹھ بیٹھے کہ میں اپنے ربّ کی عبادت کر لوں۔ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک تک بہنے لگے۔ پھر رکوع سجدہ اور سجدہ سے اُٹھ کر بھی روتے رہے۔ یہاں تک کہ رات گذر گئی۔ اور صبح کی نماز کے لیۓ حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اذان مدینہ طیبہ میں گونجی۔ عائشہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو معصوم اور بے گناہ ہیں۔ پھر اتنی گریہ زاری کیوں؟ ارشاد فرمایا کہ عائشہ رضؓ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

دوسری روایت میں ہے۔ کہ حضورؐ اس قدر لمبی نماز پڑھا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے حضورؐ کے پاؤں مبارک پر ورم ہو جاتا تھا۔ دیکھا عزیزو! یہ اُن کی نماز کی حالت تھی۔ اسی لیۓ آپ اللہ کے نزدیک کل انسانوں اور فرشتوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

صحابہؓ کی نماز

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضؓ جو حضورؐ کے بعد اس اُمّت میں اللہ کو سب انسانوں سے زیادہ پیارے ہیں۔ اس طریقہ سے نماز میں کھڑے ہوتے تھے جیسے لکڑی گڑی ہوئی ہوتی ہے۔ یعنی حس و حرکت کا نام نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ جو حضرت ابوبکر رضؓ کے ہی عزیز تھے۔ اور جنہوں نے انہی سے نماز سیکھی تھی۔ ان کی نماز کا یہ حال تھا کہ سجدہ بہت لمبا کرتے تمام رات کبھی رکوع میں گذر جاتی کبھی سجدہ میں۔ انھیں عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف جب سخت گیر حاکم حجاج بن یوسف نے لڑائی کی اور گولے برسائے (منجنیق سے) تو دیوار کے ٹکڑے ان پر پڑتے تو یہ نہ تو نماز مختصر کرتے اور نہ ہی طبیعت میں بے چینی ہوتی۔

ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک بیٹا ہاشم نامی پاس سو رہا تھا۔ اسے ایک سانپ آکر لپٹ گیا۔ بچے نے شور مچایا باقی گھر والے بھاگے آئے اور سانپ کو ہلاک کر دیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ اسی اطمینان سے نماز پڑھتے رہے۔ نماز کے بعد فرمانے لگے۔ شور کی آواز کیسی تھی؟ بیوی نے کہا اللہ تم پر رحم کرے۔ بچہ موت کے منہ سے نکل کر آیا ہے۔ اور تمہیں خبر ہی نہیں؟ فرمانے لگے۔ "تیرا ناس ہو" اگر نماز میں دوسری طرف توجہ کرتا تو نماز کہاں باقی رہتی۔

دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضؓ کو کسی ظالم نے نماز ہی میں خنجر مارا۔ کچھ مدّت بعد انہی زخموں سے آپ کا انتقال ہوا۔ وفات سے پیشتر ہر وقت جسم سے خون جاری رہتا۔ اگر اِس نیم جانی کی حالت میں کبھی نماز سے غفلت ہو جاتی اور آپ کو متنبہ کر دیا جاتا تو فوراً اسی حالت میں نماز ادا فرماتے اور کہتے کہ

"اسلام میں اس کا کوئی حصّہ نہیں جو نماز چھوڑ دے۔"

تیسرے خلیفہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے لئے رات بھر جاگتے۔ اور ایک رکعت میں پورا قرآن پاک ختم کر لیتے۔

چوتھے خلیفہ جناب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب نماز کا وقت آتا تو بدن میں کپکپی آجاتی اور چہرہ زرد ہو جاتا۔ کسی نے وجہ پوچھی فرمانے لگے کہ اس امانت کا وقت ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے زمینوں آسمانوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا۔ تو وہ پناہ مانگنے لگے۔ لیکن میں نے (بحیثیت انسان) اس کو اٹھانا منظور کر لیا۔ پھر میری حالت ایسی کیوں نہ ہو۔

عزیزو! ایسے واقعات تم انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں بھی پڑھو گے اور اندازہ کرو گے کہ نماز جس کو اوّل تو ہم پڑھتے ہی نہیں اگر پڑھتے بھی ہیں تو بے وقت۔ بے شوق اور لاپرواہی سے۔ وہ کس عظمت کی مالک ہے۔ اس کی ادائیگی کتنی ذمہ داری کا کام ہے۔ اور اس کے ادا کرنے کی جزا اور نہ ادا کرنے کی سزا کتنی عظیم ہو گی۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم لاہور - ریکن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۳۱ مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء

ایڈیٹر :- عبدالمنان چوہان

ہفت وار خبریں

بدلِ اشتراک

سالانہ .... گیارہ روپے
ششماہی .... چھ روپے
فی پرچہ .... چار آنے

— کراچی - ۲۵ر جون - آج یہاں ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے - کہ حکومت ممکنہ عجلت کے ساتھ انتخابات کرانے کی خواہشمند ہے - اس کے لئے الیکشن کمیشن اور حلقہ بندی کمیشن مقرر کر دیئے گئے ہیں -

— کراچی - ۲۵ر جون - معلوم ہوا ہے کہ پاکستان میں پہلے عام انتخابات جنوری ۱۹۵۷ء کے اوائل میں ہوں گے -

— ڈھاکہ - ۲۵ جون - آسام (بھارت) کی طرف سے آنے والے سیلاب کا پانی ضلع تپرا کے برہمن باڑیہ سب ڈویژن میں داخل ہو گیا ہے - جس کے باعث برہمن باڑیہ کا شہر زیر آب ہے -

کراچی - ۲۶ر جون - صدر پاکستان نے الیکشن کمیشن کے کام میں مدد دینے کے لئے دو علاقائی الیکشن کمشنر مقرر کئے ہیں -

— لاہور - ۲۶ر جون - قابلِ اعتماد ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ صوبائی سیفٹی ایکٹ کی تنسیخ کے متعلق کوئی آرڈی نینس نافذ نہیں ہوگا - کیونکہ مرکزی حکومت اس سلسلہ میں صوبائی حکومت کی رائے سے متفق نہیں -

— کراچی - ۲۶ر جون - صدر پاکستان نے کہا ہے کہ آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے راستہ میں کسی چیز کو رکاوٹ نہیں بننے دیا جائے گا - اگر ضرورت پڑی تو پولنگ اسٹیشنوں پر فوجی جوان متعین کر دئے جائیں گے - تاکہ ووٹروں کی حفاظت کا پورا انتظام رہے -

— کراچی - ۲۷ر جون - معلوم ہوا ہے کہ عازمین حج کا ایک جہاز سفینۂ عرب مغربی پاکستان سے ایک ہزار دو سو ستانوے مسافروں کو لے کر ۲۲ر جون کو جدہ پہنچ گیا ہے - اسی دن پاکستان انٹرنیشنل ایرلائن کے ذریعے بھی ۸۶ عازمین جدہ پہنچ گئے ہیں -

راولپنڈی - ۲۷ر جون - سکنڈے نیویا کے اخبارات نے حال ہی میں اپنے ادارتی کالموں میں مسئلہ کشمیر پر تبصرہ کرتے ہوئے بھارت کے اس رویہ پر کڑی نکتہ چینی کی ہے کہ وہ استصواب رائے کرانے کے عہد سے منحرف ہو گیا ہے -

— الجزائر - ۲۶ر جون - فرانسیسی ہیڈ کوارٹرز کے ایک اعلان میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اوریس کی پہاڑیوں میں ۵۱ حریت پسندوں کو ہلاک کیا گیا ہے -

— لندن - ۲۷ر جون - دولتِ مشترکہ میں شامل نو ملکوں کے وزرائے اعظم کی کانفرنس آج لندن میں شروع ہو گئی - یہ کانفرنس دس دن جاری رہے گی -

— نیویارک - ۲۷ر جون - سلامتی کونسل نے کل اقوام متحدہ میں ایشیائی افریقی گروپ کی اس درخواست کو دو کے مقابلے میں سات ووٹوں سے مسترد کر دیا ہے کہ الجزائر کے مسئلہ کو حفاظتی کونسل کے ایجنڈا میں شامل کیا جائے - ایران اور روس نے تجویز کے حق میں ووٹ دیئے -

— لندن - ۲۹ر جون - پاکستان کے وزیر خارجہ مسٹر حمید الحق چودھری نے آج کہا ہے کہ ہم دولت مشترکہ میں اپنے دوستوں پر یہ بات واضح کر رہے ہیں کہ ہماری خارجہ پالیسی کے مستقبل اور دفاعی معاہدات سے ہماری وابستگی کا دارومدار مسئلہ کشمیر کے منصفانہ حل پر ہے -

(پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور رسالہ خدام الدین لاہور سے شائع ہوا)